امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان اردو ماہنامہ

شریعت

جلد ۱ رمضان المبارک ۱۴۳۳ اگست ۲۰۱۲ شمارہ ۵

برمی مسلمانوں کے خونی سانحہ کے بارے میں امارت اسلامیہ افغانستان کا اعلامیہ

تین صدیاں تین جنگیں

طالبان کے حملوں میں شدت اور مغربی اقوام کی ذمہ داری؟

طالبان کا بم

فرمان نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وعن عبادة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه انّ رسول اللّٰه صلیٰ اللّٰه علیه وسلم قال یوماوحضرنارمضان :اتاکم رمضان شهربرکة یغشاکم اللّٰه فیه،فینزل الرحمة ،ویحط الخطایا ،ویستجیب فیه الدعاء۔(التر غیب والترهیب ۱/۲۵۶)

ترجمہ:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر ارشادفرمایا کہ تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکتوں والا ہے،اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوکراپنی خاص رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں، گناہوں کو معاف فرماتے ہیں، نیز اس مہینے میں خصوصی طور پر دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں،

تشریح:

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث مبارک میں رمضان المبارک کی چند خصوصیات ارشادفرمائی ہیں۔

۱=رمضان المبارک کا مہینہ بڑی برکت والامہینہ ہے،یعنی اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی صحت، مال اور رزق میں برکت دی جاتی ہے،

۲=:اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی برکات برستی رہتی ہیں اوراپنے بندوں کیساتھ رحمت خاصہ کا معاملہ فرماتے ہیں،

۳=:اس مہینے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں،

۴=:اللہ تعالیٰ اس مبارک مہینے میں اپنی مخلوق کی دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان اردو ماہنامہ

شریعت

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ کا واحد دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ جسے امارت اسلامیہ کا میڈیا اور ثقافتی کمیشن چلا رہا ہے۔

ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم افغانوں پر روا رکھے جانے والے ظلموں کی سچی عکاس ہے۔

جلد نمبر ۱ رمضان المبارک ۱۴۳۳، اگست ۲۰۱۲ شمارہ ۵

عکس درون

طالبان کے حملوں میں شدت اور مغربی اقوام کی ذمہ داری ؟	۲
برمی مسلمانوں کے خونی سانحہ کے بارے میں امارت اسلامیہ کا اعلامیہ	۴
نیو کلونیل ازم، مذاکرات اور سٹریٹجک معاہدہ	۵
زر خرید غلام (کرزئی) اور اس کے آقا (اوباما) کے درمیان ہونے والے (اسٹریٹجک) معاہدے پر ایک تجزیاتی نظر	۷
ملا امین اللہ المعروف ملا بور جان شہید رحمہ اللہ کی یاد میں	۱۱
سرپل کے جہادی مسؤل ملا محمد نادر حق جو سے گفتگو	۱۶
میری زندگی اسلام کے نام ہے	۲۰
طالبان کا بم	۲۲
تحفہ رمضان	۲۴
ہو ہی جاتے ہیں سب	۳۰
تین صدیاں تین جنگیں	۳۱
سوشل نیٹ ورک پر جانثاران حق اور پرستاران باطل کے درمیان جاری جنگ کا ایک نمونہ	۳۳
افغانستان جون کے مہینے میں	۴۰
شہدائے ملت	۴۲

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: سلیمان غوری

مجلس مشاورت

ڈاکٹر ہارون

شمس ابدالی

ملا اسد افغان

فرہاد ہروی

استاد فریدون

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے

خط وکتابت کے لیے برقی پتہ

shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن کے لیے ملاحظہ کریں۔

www.shahamat-urdu.com

ڈیزائننگ: سلمان بدر

طالبان کے حملوں میں شدت اور مغربی اقوام کی ذمہ داری ؟

مدیر اعلیٰ

طالبان قیادت کی البدر آپریشن کے اختتام پر الفاروق کے نام سے نئے آپریشن کے اعلان کے تقریباً تین ماہ پورے ہونے والے ہیں۔ البدر آپریشن سے دشمن کو پہنچنے والے جانی اور مالی نقصانات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دشمن اس بات پر مجبور ہوا کہ وہ افغان سرزمین کو اپنے ناپاک وجود سے پاک کرنے کے لئے تاریخ کی تعیین کرے۔

البدر کے اختتامی ایام مسلمان قوم کے لئے انتہائی خوشی کے حامل تھے جبکہ یہی دن غاصب فوج کے لئے گردن توڑ بخار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۵، اپریل ۲۰۱۲ کو جب افغانستان کے مختلف اطراف میں بشمول دارالخلافہ کے دشمن کے کئی اہم اور بڑے مراکز ایک دن میں بیک وقت فدائی مجاہدین کی کامیاب کارروائیوں کا نشانہ بن کر دشمن کے جانی اور مالی نقصانات میں ایک خطیر اضافہ کی شکل اختیار کر گئے۔ جس سے غاصب فوج کے مضبوط حصار، بے شمار قیمتی اور اعلیٰ مادی وسائل اور مادر پدر آزاد فوجیوں کی ایک بڑی تعداد پر بنی غرور و تکبر کے سارے محلات ایک دم چکنا چور ہو گئے۔

یہ بجا ہے کہ غاصب افواج نے مجاہدین کو کمزور کرنے، ان کے تابڑ توڑ حملوں کی شدت میں کمی اور اپنے مالی اور جانی نقصانات کا گراف نیچا کرنے کے لئے پہلے سے زیادہ کوششیں شروع کر رکھی ہیں۔ لیکن ان کی بدقسمتی ہے کہ ان کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ کیونکہ نہ وہ اپنے جانی اور مالی نقصانات کو کم کر سکے، نہ مجاہدین کو کمزور کر سکے اور نہ ہی ان کے حملوں کی شدت میں کمی لانے میں کامیاب ہو سکے بلکہ اس کے مقابلے میں "الفاروق" کی عملیات اس قدر کامیاب اور شدید صورتحال اختیار کر چکی ہیں کہ اس کے نتیجے میں ہونے والے دشمن کے جانی اور مالی نقصانات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے یہاں تک اب دشمن کے لئے بھی ان نقصانات پر پردہ ڈالنا ممکن نہیں رہا اور اس کے پاس مجاہدین کی قوت کے اعتراف کے سوا کوئی راستہ نہ بچا۔

گزشتہ ہفتہ نیٹو کے ترجمان بریگیڈیئر جنرل کانز نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ سال رواں کی پہلی سہ ماہی کی بہ نسبت دوسری سہ ماہی میں طالبان کے حملوں کی شدت میں ۱۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یہ اعداد و شمار سال رواں کی پہلی ششماہی کے ہیں۔ اگر ہم ان چھ مہینوں کا تقابل گزشتہ برس کی عملیات سے کریں تو اس میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے مثلاً گزشتہ مئی کو لے لیتے ہیں جس میں امریکہ کے ایک معتبر جریدے "وال سٹریٹ" کی ۲۶ جون کی ایک رپورٹ کے مطابق جو کہ غاصب افواج کے اہم کمانڈرز اور ترجمان کی طرف سے فراہم کردہ معلومات واعداد و شمار پر مبنی تھی میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ برس مئی کے مقابلے میں سال رواں کے مئی میں طالبان کے حملوں میں ۲۱ فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ اس مئی میں مجاہدین نے ملک کے مختلف اطراف و جوانب میں تین ہزار سے زائد فدائی اور دیگر چھوٹے بڑے حملے کئے ہیں۔

مئی کے بعد جون کا مہینہ بھی ہمارے سامنے ہے جو دشمن کے لئے جانی و مالی نقصانات سے بھرا ہوا ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ طالبان کے ہاتھوں ہلاک ہوجانے والے غاصب فوجیوں کی تعداد بقول ان کے ۳۹ تک جا پہنچتی ہے جن میں ۲۹ کا تعلق امریکہ سے ہے۔ اس تعداد کے ساتھ ان کے بقول سال رواں کی پہلی ششماہی میں مارے جانے والے بیرونی افواج کی تعداد ۲۲۰ تک پہنچ گئی ہے جب کہ پارلیمنٹ کے ایک خصوصی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کٹھ پتلی صدر کرزئی نے اعتراف کیا کہ روزانہ افغان پولیس اور فوج کے ۲۰ سے ۲۵ تک جوان مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اس حساب کے مطابق ماہانہ ۶۰۰ سے ۷۵۰ تک جوان طالبان مجاہدین کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔

ماہ جون میں مجاہدین نے دشمن کے چار ہیلی کاپٹر اور دو ڈرون طیارے مار گرائے ہیں۔ اس کے علاوہ طالبان مجاہدین صوبہ سرپل کے مشہور جیل کو توڑ کر اپنے درجنوں مجاہد ساتھیوں کو رہا کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ اسی طرح کابل کے علاقہ قرغئی میں واقع ایک شاندار ہوٹل جو علاقہ میں بیرونی گماشتوں کے لئے فحاشی اور عریانی کا ایک اہم اور بڑا مرکز تھا اسی مہینے میں فدائی طالبان کے شدید حملے کا نشانہ بنا جس میں درجنوں بیرونی گماشتے اور ملکی غنڈے لقمہ اجل بن گئے۔

خوست میں واقع بیرونی غاصبوں کا ایک بڑا مرکز اسی مہینے طالبان مجاہدین کے حملے کا نشانہ بنا جس کے نتیجے میں وہاں موجود ایک ہیلی کاپٹر اور بہت زیادہ جدید جنگی ہتھیار تباہی کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ سینکڑوں بیرونی اور داخلی دشمن زخمی اور ہلاک ہوگئے۔ دشمن نے لاکھ کوشش کی کہ اس نقصان کو چھپائے لیکن امریکی جریدہ ''واشنگٹن پوسٹ'' نے اس وقت یہ قلعی کھول دی جب اس نے وزارت دفاع کی طرف سے یہ اعتراف نقل کیا کہ اس حملہ میں ہمارے درجنوں فوجی زخمی اور ہلاک ہوگئے ہیں۔

اسی ماہ کی ۹ تاریخ کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں طالبان مجاہدین کے ایک کامیاب حملہ میں ۱۰ فرانسیسی فوجیوں کی ہلاکت اور صوبہ لغمان میں دشمن کے تین بڑے مراکز سے فوجیوں کی انخلاء طالبان حملوں میں شدت کی علامت ہے۔

۱۰، فرانسیسی فوجیوں کی ہلاکت کے بعد فرانسیسی حکومت نے افغانستان سے اپنی فوج نیٹو کے مقرر کردہ تاریخ ۲۰۱۴ سے قبل نکالنے کا اعلان کیا ہے۔ ہم فرانسیسی حکومت کے اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اسے ایک بجا اور بروقت اقدام تصور کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہم دیگر مغربی اقوام کی توجہ بھی اس طرف دلانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اپنی حکومتوں کو فرانسیسی حکومت کی تقلید پر مجبور کریں تاکہ ان کے ناز و نعم میں پلے بچے اس بے فائدہ و بے سود جنگ اور چند مخصوص افراد کے مادی مفادات کی خاطر مجاہدین کے مقابلے میں مزید ضیاع سے بچ سکیں۔ ایسے مجاہدین جو بفضل خدا نہ ختم ہونے والے ہیں، نہ ان میں کمی واقع ہوتی ہے، نہ یہ لوگ جنگ سے تھکتے ہیں، نہ ان میں دشمن سے خوف نام کی کوئی چیز ہے، نہ مادی وسائل اور جدید ٹیکنالوجی سے خائف ہیں اور نہ ہی دشمن کے سامنے جھکنے والے ہیں۔

برمی مسلمانوں کے خونی سانحہ کے بارے میں

امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

برما کے مسلمانوں پر گذشتہ دو ماہ سے ظلم وستم کے ایسے پہاڑ ڈھائے جارہے ہیں، جن کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بچوں، خواتین اور مردوں کو نہایت بے رحمی سے جانوروں کی مانند آگ میں بھونا جارہا ہے، جو کسی قانون میں بھی جائز نہیں ہے، بلکہ انسانی عقل حتی کہ مطلق شعور بھی اسے گوارا نہیں کرتا، لیکن صد افسوس برما کے مسلمانوں کے ساتھ یہ بھیانک جرائم روا رکھے جارہے ہیں۔

نہ صرف یہ بلکہ انہیں اپنے رہائشی علاقوں اور گھروں سے بھی بے دخل کیا جارہا ہے، ان کی جائیدادیں غصب کی جارہی ہیں اور ان کی عزت وآبرو پامال کو پامال کیا جارہا ہے۔ مگر عالمی برادری اب تک خاموش ہے جیسا کہ کچھ ہوا ہی نہیں!

امارت اسلامیہ کی طرف سے (برما کے مسلمانوں کے خلاف ہونے والے) ان اقدامات کی شدید مذمت کی جاتی ہے، اور ان اقدامات کو سنگین جرائم، جارحیت، نفرت انگیز اور باعث شرمندگی شمار کیا جاتا ہے، اور اس وحشت کو انسانیت کی طویل ترین تاریخ پر سیاہ دھبہ تصور کرتی ہے۔

امارت اسلامیہ حکومت برما سے مطالبہ کرتی ہے کہ جلد از جلد اس وحشت وسفاکیت کا سدباب کرے اور آیندہ ایسے انسانیت کش جرائم کے ارتکاب کی کھلی چھوٹ نہ دے۔ انہیں جان لینا چاہئے کہ یہ صرف برما کے مسلمانوں کے خلاف سرزد ہونے والا جرم نہیں، بلکہ تمام انسانیت اور خاص کر عالم اسلام کے ساتھ ہونے والا ناقابل معافی جرم ہے۔

اس کے ساتھ ہی امارت اسلامیہ عالمی اداروں، خصوصاً انسانی حقوق کی تمام تنظیموں، اسلامی تعاون کی تنظیمات، دنیا بھر کی حکومتوں، عوام، بالخصوص اسلامی ممالک کی حکومتوں، عوام الناس اور خاص طور پر عالم عرب سے کہتی ہے، کہ اس ظلم وتشدد کے سدباب کیلئے جلد از جلد سنجیدہ اقدامات بروئے کار لائے جائیں۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہزاروں انسان جن میں بچوں اور خواتین کی اکثریت ہے، دنیا کے سامنے اس بے دردی سے جلائے جارہے ہیں اور کوئی ٹس سے مس نہیں ہورہا۔

اسی طرح امارت اسلامیہ عالمی ذرائع ابلاغ، بالخصوص الجزیرہ چینل سے مطالبہ کرتی ہے کہ انسانی ذمہ داری کے ناطے اس ظلم وتشدد کو منظر عام پر لائے اور اس عظیم انسانی سانحہ سے متعلق لوگوں کو آگاہ کرے۔

نیز دنیا بھر خاص کر عالم اسلام کے علمی مراکز، علماء کرام، سیاستدان، دانشور، لکھاری حضرات، بلکہ ہر ذمہ دار شہری کو چاہئے کہ اہل برما پر ہونے والے ان مظالم کا ادراک کرتے ہوئے اس عظیم وحشت ناک عمل کے خلاف اپنی ذمہ داری کا احساس کرے۔

☆......☆......☆

امارت اسلامیہ عالمی ذرائع ابلاغ، بالخصوص الجزیرہ چینل سے کہتی ہے کہ انسانی ذمہ داری کے ناطے اس وحشت وبربریت کو منظر عام پر لائے اور اس عظیم انسانی سانحہ سے متعلق لوگوں کو آگاہ کرے۔

نیز دنیا بھر خاص کر عالم اسلام کے علمی مراکز، علماء کرام، سیاستدان، دانشور، لکھاری حضرات، بلکہ ہر کس وناکس کو چاہئے کہ اہل برما پر ہونے والے ان مظالم کا ادراک کرے اور اس عظیم وحشتناک عمل کے خلاف اپنی ذمہ داری کا احساس کرے۔

نیوکلونیل ازم، مذاکرات اور سٹریٹجک معاہدہ

اکرم تاشفین

استعماریت، کلونیل ازم، نوآبادیات اوراس طرح کے دیگر الفاظ بظاہر گذشتہ نصف صدی قبل دور کے یادگار معلوم ہوتے ہیں کیوں کہ آج کی دنیا میں استعماریت کی وہ شکل کہیں نظر نہیں آتی جو آج سے ساٹھ سال پہلے دنیا میں رائج تھی۔ یہ استعماریت کی قدیم شکل تھی جیسا کہ ہم پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے پڑھتے ہیں۔ اس غصب وقبضے کی ابتداء یوں ہوئی کہ دنیا کے طاقت ور اور معاشی لحاظ سے مضبوط ممالک کو اپنی مصنوعات فروخت کرنے کے لیے منڈیوں کی تلاش ہوتی تھی، اس لیے جہاں کہیں بس چلتا یہ ممالک غریب اور کمزور ممالک پر قبضہ کرتے اور وہاں اپنے مصنوعات کی منڈیاں بناتے۔ زیادہ سے زیادہ مارکیٹوں اور منڈیوں کو ہتھیانے کے لیے ان دولت کے پجاریوں نے بہت بڑے پیمانے پر غریب ممالک پر حملے کیے اور بہت سے ممالک کو صدیوں تک اپنی غلامی میں رکھا۔ پھر ایسا بھی ہوا کہ کہیں کسی ملک اور سرزمین پر دو استعماری قوتوں کے مفادات ٹکرا گئے۔ ہوس زر کی اس لالچ کی کوکھ سے یہاں آکر بہت سی جنگوں نے بھی وجود لیا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے اسباب ووجوہات بھی یہی ہیں۔

آج قرآن، اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد کہنے والی کل کی یہ استعماریت پسند قوتیں ذرا اپنے گریبانوں میں بھی جھانک لیں کہ ان کی محض زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی لالچ نے کتنی تباہ کن جنگوں کو وجود دیا جن میں مرنے والے انسانوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں ایک کروڑ انسان ہلاک اور دو کروڑ مستقل معذور ہوگئے جبکہ دوسری جنگ عظیم میں 5 کروڑ انسان اپنی جان سے ہاتھ دو بیٹھے۔ یہ کروڑوں انسان محض ان چند استعماریت پسند قوتوں کے مالی مفادات کی بھینٹ چڑھ گئے جو آج کی دنیا میں خود کو تہذیب اور انسانیت کے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

بہرحال آج کی نشست میں یہ ہمارا موضوع سخن نہیں ہم استعماریت کی اس قدیم شکل کے متعلق بات کر رہے تھے۔ اُس وقت ہوتا یہ تھا کہ کوئی ملک کسی خطے پر حملہ کرتا یا وہاں کی حکومت کو مختلف سازشوں اور تدبیروں سے ناکام کرکے ختم کردیتا اور پھر موقع پاکر خود اس ملک کا حکمران بن جاتا۔ حکمران بن جانے کے بعد استعماریوں کی مرادیں پوری ہونے کے دن آجاتے۔ خارجی حکمران طبقہ اس ملک کا خزانہ لوٹ لیتا۔ اس کی زمین میں پوشیدہ معدنی ذخائر نکال کرلے جاتا۔ اپنے ملک سے مصنوعات لاکر یہاں فروخت کرتا اور ضرورت پڑنے پر محکوم ملک کے عوام کو اپنے مزدور کی حیثیت سے کام کے لیے اپنے ملک بھیج دیتا یا فوج میں بھرتی کرکے مزید اپنے استعماری مقاصد پورے کرنے کے لیے انہیں استعمال کرتا۔

کسی بھی جگہ سے تین بڑے مفادات کا حصول کسی استعماریت پسند قوت کی سب سے بڑی خواہش ہوتی تھی:۔

(۱) محکوم ملک کی مارکیٹوں میں اپنی مصنوعات فروخت کرکے زیادہ سے زیادہ منافع کمانا۔

(۲) محکوم ملک کی زمین سے پوشیدہ معدنیات لوٹ کر اپنے ملک تک پہنچانا۔

(۳) محکوم عوام سے اپنی لیبر اور فوجی نفری کی ضرورت پوری کرنا

استعماریت میں یہ تینوں مقاصد حاصل ہوجاتے تھے لیکن اس وقت استعماری قوتوں کی محکوم ممالک پر براہ راست حکومت ہوتی تھی اور صدر سے لے کر ضلع کے افسر اور ضلعی مجسٹریٹ تک سب خارجی ہوتے تھے۔ اس طرح عوام کا ہروقت اور ہر مسئلے میں واسطہ اپنے آقاؤں سے پڑتا تھا۔ عوام پر براہ راست غیر ملکی آقاؤں کی حکومت بظاہر تو آقاؤں کے لیے باعث اطمینان ہوتی کہ ہر معاملہ اور ملکی تمام نظام حکومت ان کی نگرانی میں چلتا، لیکن اس نظام میں کچھ خرابیاں اور جھنجھٹ تھے جن سے جان چھڑانا استعماری قوتوں کے لیے انتہائی ضروری تھا۔ خرابی تو یہ تھی کہ عوام کو ہروقت ایک ضلعی، تحصیل اور تھانے کی سطح کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں غیر ملکی آقاؤں کے سامنے مطالبات لے کر جانا پڑتا، ہروقت گورے غیر ملکیوں کے سامنے منتیں کرنی پڑتیں۔ گلی، محلے کے مسائل میں ہروقت گوروں کے سامنے حاضری کی وجہ سے محکومی اور غلامی کا احساس کچھ اور شدید ہوجاتا، ضمیر کی طرف سے ملامت کے پھوکے کچھ اور بڑھ جاتے بغاوت اور باغیانہ خیالات ہروقت عوام کی ذہنوں میں ہلکورے لیتے۔ اس احساس کا ردعمل پیدا ہونا بھی ایک فطری امر ہے اس لیے استعماری آقاؤں کو عوام کی جانب سے ہروقت مزاحمت کا سامنا ہوتا۔ یہی مشکلات تھیں جن سے نمٹنا اصحاب اقتدار کے لیے ایک مسئلہ رہتا تھا۔

جبکہ جھنجھٹ یہ تھی کہ عوام کے سارے ہی مسائل کی ذمہ داری ارباب اقتدار پر عائد ہوتی، مہنگائی، بیروزگاری، بدامنی ہر طرح کے مسائل میں انہیں غیر ملکی آقاؤں کو عوام کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا۔ زلزلے، سیلاب اور ہر طرح کی آفات میں عوام کی فلاحی ورفاہی خدمات کے لیے بھی انہیں

آقاؤں کو پریشان ہونا پڑتا۔ دنیا بھر سے امداد جمع کر کے عوام کو دینی پڑتی۔ ویسے سربراہ مملکت سے لے کر تھانے کی سطح تک کی حکومت چلانا اور اس کی ساری ذمہ داریوں کو پورا کرنا بھی ایک کارے دارد۔

یہی دو بڑے مسائل تھے جس کی باعث استعماری طاقتوں نے اپنا طریقہ واردات بدل دیا۔ بین الاقوامی تعلقات کی اصطلاح میں اس نئے انداز کو نیو کلونیل ازم کہا جاتا ہے۔ نئی استعماریت میں تبدیلی یہ آئی ہے کہ قابض قوتیں خود کسی سرزمین پر قابض ہونے کے بعد وہاں کا اقتدار وہاں کے لوگوں کے سپرد کر دیتی ہیں، سربراہ مملکت سے لے کر نچلی سطح تک سارے کے سارے عہدے وہاں کے مقامی لوگوں کے پاس ہوتے ہیں۔ ہر چیز کا اختیار اور اقتدار انہیں مقامی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے

مقامی لوگوں کے ہاتھوں میں حکومتی باگ دوڑ ہونے کی وجہ سے وہاں کے عوام کے سارے مسائل میں عوام کا سامنا بھی یہی مقامی لوگ کرتے ہیں، عوامی ردعمل کا نشانہ بھی یہی لوگ ہوتے ہیں اور بڑے مسائل جیسے زلزلے، سیلاب اور دیگر آفات میں بھی یہی لوگ ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ تو ہوتا ہے مگر اختیار پھر بھی ان کا نہیں ہوتا۔ یہ ایک کٹھ پتلی حکومت ہوتی ہے جو آقاؤں کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی۔ اقتدار اور سکہ ہر جگہ ہر وقت جارح قوتوں کا چلتا ہے اور نام کے حکمران محض دکھلاوے کے لیے کرسی اقتدار پر براجمان کیے جاتے ہیں۔ اس طرز حکمرانی میں دو فائدے ہوتے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ قابض و جارح قوتوں کو اپنے مفادات کے حصول میں آسانی ہو جاتی ہے اور یہ کٹھ پتلی حکمران ان کے پورے معاون ہوتے ہیں۔ وہی تین بڑے مفادات جو استعماری قوتیں پہلے حاصل کرتی تھیں اب بھی کرتی ہیں۔ یعنی محکوم ملک کی مارکیٹ میں اپنی مصنوعات بیچنا، محکوم ملک کی معدنیات لے کر جانا اور یہاں کے لوگوں سے اپنی فوجی نفری بڑھانا۔

اور دوسرا فائدہ یہ کہ عوامی غیظ و غضب اور بین الاقوامی ملامت کا نشانہ براہ راست جارح قوتیں نہیں ہوتیں۔

انٹرنیشنل ریلیشن کی اس نئی اصطلاح کی رو سے آج کی دنیا میں ہم دیکھیں تو عالمی جارح اور استعمار امریکہ اسی پالیسی کو لے کر دنیا بھر میں فسادات کی آگ بڑھکا رہا ہے۔ افغانستان اور عراق پر بزور بازو قبضہ کے بعد امریکہ نے حکومت وہاں کے مقامی لوگوں کے سپرد کر دی اور خود اپنی فوج لے کر وہاں کے بیسوں اور فوجی چھاؤنیوں میں براجمان ہو گیا۔ اب بظاہر تو بہت اچھا لگتا ہے کہ عوام پر حکومت مقامی لوگ کر رہے ہیں اور فوج عوام کی حفاظت کے لیے بیٹھی ہوئی ہے مگر بات اتنی سادہ تو نہیں، فوجی اڈوں اور فوجی وردیوں میں موجود لوگ اس ملک کے اصل حکمران ہیں۔ اختیار اور اقتدار کی ساری ڈوروں کا سرا انہیں چھاؤنیوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس ہے۔ کوٹ پتلون میں چلتے پھرتے نظر آنے والے انسان درحقیقت وہ انسانی پتلے ہیں جو ان ڈوروں کے ہلانے سے حرکت کرتے ہیں۔

نئی استعماریت سے امریکہ یہاں وہی دو فائدے اٹھا رہا ہے جو اس نیو کلونیل ازم کا خاصہ ہیں۔ امریکہ اپنے مالی مفادات پوری طرح حاصل کر رہا ہے۔ افغانستان و عراق میں موجود قیمتی معدنیات کے ذخائر سے امریکہ پوری طرح مستفید ہو رہا ہے، وہاں کے عوام کو سکیورٹی فورسز یا ملی اردو کے نام پر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال بھی کر رہا ہے۔ رہ گئی بات مصنوعات کی منڈیاں بنانے کی، تو منڈیوں کی بجائے دوسرے ایسے بڑے مالی مفادات ہیں جو امریکہ نے افغانستان سے حاصل کیے ہیں جن میں تعمیراتی کاموں کے ٹھیکے وغیرہ شامل ہیں جو سب کے سب امریکی اور یورپین کمپنیوں نے حاصل کیے ہیں۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ افغان عوام پر حکومت براہ راست افغانوں کی ہے جبکہ عراق میں خود عراقی حکمران ہیں مگر یہ سب وہ لوگ ہیں جو امریکیوں سے بڑھ امریکہ کے وفادار ہیں۔ انہوں نے کبھی امریکہ یا ناٹو کے کسی حکم سے سرتابی کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی ان میں اتنی مجال ہے۔ ہاں یہ ہے کہ عوام کو اس بہانے سے ورغلایا جا رہا ہے کہ ہم آپ پر حکومت نہیں کر رہے بلکہ آپ کے حاکم آپ کی اپنی زمین کے فرزند ہیں، آپ ہی کی مٹی سے جنم لینے والے لوگ ہیں۔ اس سے عوامی ردعمل کو بھی ایک گونہ سکون ملتا ہے اور کسی مسئلے پر عوامی غیظ و غضب کا نشانہ بھی یہ مقامی لوگ بن رہے ہیں جبکہ اصلی جارح اور غاصب اپنے فوجی بنکروں میں محفوظ بیٹھے ہوئے ہیں

نئی استعماریت کا خلاصہ یہ ہے: دوسرے کے کاندھے پر رکھ کر بندوق چلانا۔ آج جب امریکہ طالبان مجاہدین سے مذاکرات کی بات کرتا ہے تو اس کے سامنے بھی یہی بات ہوتی ہے کیونکہ مخصوص اڈوں کو لے کر بقیہ افغانستان طالبان کے حوالے کرنے کا آخر کیا مطلب ہے؟ کرزئی حکومت کے ساتھ ہونے والا حالیہ سٹریٹجک معاہدہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ مجاہدین کی قیادت کی جانب سے ہمیشہ یہی شرط لگائی گئی ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی سب کے سب افغانستان سے نکل جائیں اس کے بعد مذاکرات کیے جائیں گے۔ امریکہ اپنے زعم کے مطابق جو کام آج کرزئی اور اس کے ہمنوا کٹھ پتلیوں سے لے رہا ہے وہی کام مجاہدین سے لینا چاہتا ہے، کہ براہ راست حکومت تو طالبان کی ہو مگر امریکی بھی اس سرزمین پر موجود رہیں، لیکن یہ ان کا محض خواب ہے اور یہ ان شاء اللہ العظیم یہ اپنے ان شیطانی حربوں میں ناکام و نامراد ہوں گے۔

☆......☆......☆

(عبدالوہاب الکابلی)

زرخرید غلام (کرزئی) اور اس کے آقا (اوباما)

کے درمیان ہونے والے تزویراتی (اسٹریٹیجک) معاہدے پر ایک تجزیاتی نظر!

امریکہ کے زرخرید غلام کرزئی نے یکم مئی ۲۰۱۲ء کو کابل کے صدارتی محل میں امریکی صدر اوباما کے ساتھ باہمی اسٹریٹیجک شراکت کا معاہدہ (جو درحقیقت امریکی تسلط کے تسلسل کا معاہدہ ہے) کیا ہے، جب امریکی صدر رات کو اچانک غیر اعلانیہ دورے پر کابل آیا اور اگلے دن کا سورج طلوع ہونے سے پہلے بھاگ گیا۔ یہ معاہدہ انتہائی خطرناک احکام اور نکات پر مشتمل ہے۔ اس مضمون میں ہم ان میں سے چند کا جائزہ لیں گے کہ افغانستان کے مستقبل میں اس معاہدے کے کیا سیاسی، اجتماعی اور عسکری اہداف ہیں۔

ا۔ معاہدے میں طرفین کی حیثیت:

معاہدے میں درج ہے: یہ معاہدہ دو آزاد، خودمختار ریاستوں کے درمیان طے پایا ہے، بے شک اس معاہدے میں افغانستان کو آزاد، خودمختار ریاست قرار دینا عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور ساری دنیا کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

درحقیقت اپنی موجودہ حالت میں افغانستان ایک مقبوضہ ریاست ہے، جس پر امریکہ نے اپنی عسکری قوت کے ساتھ قبضہ جما رکھا ہے اور اس کی سرزمین پر اس وقت ایک لاکھ سے زائد امریکی فوجی اور کئی ہزار یورپین فوجی امریکی نیٹو اتحاد کے تحت موجود ہیں۔

تمام حکومتی اور دیگر اداروں پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا قبضہ ہے، سارے فوجی اور حفاظتی محکمے ان کے حکم کے پابند ہیں۔ وہی اس فوج کی قیادت کر رہے ہیں اور تمام جنگی اور امن وامان کے امور ان کے ہاتھ میں ہیں، اس ملک میں ہر تقرری کا حتمی فیصلہ وہی کرتے ہیں۔ کسی بھی وزارت یا حکومتی ادارے میں کسی شخص کی تقرری اس وقت تک ممکن نہیں جب تک امریکی مشیر اس سے متفق نہ ہو جائیں۔

امریکی فوج اس وقت افغانستان کی زمین اور فضا پر مکمل طور پر قابض ہے، تمام فوجی چھاؤنیاں اور ہوائی اڈے ان کے قبضے میں ہیں۔ افغانستان کے بینک، وسائل، جنگی وعصری تعلیم، ذرائع ابلاغ اور خارجہ امور یہ ساری چیزیں امریکہ کی نگرانی میں چل رہی ہیں۔ افغانستان کا کٹھ پتلی صدر اتنا بھی اختیار نہیں رکھتا کہ حملہ آور فوجوں کو رات کو عوام کے گھروں پر چھاپے مارنے سے منع کرنے کے لئے ہی کوئی اقدام اٹھا سکے!

> مغرب کا آزادی اور استقلال کو برداشت نہ کرنا اور اسلامی اصولوں کو پسِ پشت ڈالنا اور افغانستان کو مغربی طرز کی ریاست بنانے تک اس پر اپنا قبضہ برقرار رکھنا اور اپنی فوجیں یہاں مشغول رکھنا اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جب تک مذکورہ اسلامی وجوہات باقی رہیں گی امریکہ دہشت گردی کے نام پر اسلام اور مجاہدین کے خلاف جنگ جاری رکھے گا۔

ان ساری باتوں کے باوجود کیسی حیران کن بات ہے کہ اس معاہدے میں افغانستان کو آزاد خودمختار فریق قرار دیا گیا ہے، حقیقتاً دیکھا جائے تو یہ معاہدہ قابض امریکی انتظامیہ اور ان کے زرخرید غلام کے درمیان ہے، جسے انہوں نے کابل میں کرسی صدارت پر بٹھا رکھا ہے۔ اُسے اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں کہ بغیر کسی حیل وحجت کے وائٹ ہاؤس اور افغانستان میں موجود امریکی انتظامیہ کے احکامات کو جوں کا توں نافذ کرے۔

۲۔ انسانی حقوق کا تحفظ اور مشترکہ جمہوریت کا قیام:

اس معاہدے میں یہ بھی درج ہے کہ معاہدہ کنندگان کا ایک ہدف انسانی حقوق کی حفاظت اور مشترکہ جمہوریت کا قیام ہے۔

اس معاہدے میں جن انسانی حقوق کا ذکر ہے وہ درحقیقت مغربی کفار کے حقوق ہیں اور مشترکہ جمہوریت سے مراد مغرب کا کفریہ جمہوری نظام ہے، جو کلی طور پر اسلام کے تصور کائنات اور انسانیت کے فطری تصور کی ضد ہے۔ اس انسانی حقوق کے چارٹر اور جمہوری نظام کی بنیاد وہ مغربی لبرل ریسکولرازم ہے جو وحی کی تعلیمات سے بالکل مبرّا ہے اور جس نے کلیسا اور دینی تعلیمات پر قائم شدہ مغربی انسانی معاشرے کو ترک کر دیا ہے اور ایسی آزادی چاہتا ہے جو ہر قسم کی دینی و اخلاقی قیود سے پاک ہو، جس کے تحت ایسے قوانین وضوابط بنائے جائیں جو انسانوں کی تمام رغبتوں اور خواہشاتِ نفس کو جائز قرار دیں اور ان کے اللہ اور دین کا ان کی دنیاوی زندگی سے تعلق ختم کر دیں۔

جبکہ اسلام انسان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بندہ اور غلام قرار دیتا ہے، اور اس کو حکم دیتا ہے کہ دنیا میں اسی طرح زندگی گزارے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم ہے، نہ کہ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرے۔

چنانچہ اسلامی معاشرے میں مغربی جمہوریت کو نافذ کرنا یا کفریہ مغربی انسانی حقوق کی دہائی دینا دراصل معاشرے سے اسلام کی نفی کرنا ہے، یہ مسلمانوں کے درمیان ہر قسم کے کفریہ طریقوں کو رواج دینے اور مسلمانوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں کفر کی پیروی پر مجبور کرنے کی ایک مذموم سازش ہے۔

جب انسانی حقوق اور جمہوریت کی حقیقت اور ان کا صریحاً اسلام کے خلاف ہونا سمجھ آچکا ہے تو پھر اس بات پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ غلام (کرزئی) اور اس کے آقا (اوباما) کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کے اہم اہداف "انسانی حقوق کی فراہمی اور جمہوریت کے نفاذ" کے پسِ پردہ کیا محرکات ہیں؟

ظاہر ہے کہ مغرب کا سب سے بڑا اور اہم مقصد متدیّن افغانی قوم کو دین اور اسلامی تصورِ حیات سے دور کرنا ہے اور جمہوریت اور انسانی حقوق کے نعرے ہی اس خطرناک شیطانی مقصد کی تکمیل کے مؤثر ذرائع ہیں۔ انہی خبیث وسیلوں کے ذریعے ہی مغرب عالمِ اسلام اور اسلامی تعلیمات پر حملہ آور ہونے اور مسلمانوں کے طرزِ زندگی اور نظریہ حیات کو مغربی قالب میں ڈھالنے میں کامیاب ہوا ہے۔

۳۔ عالمی معاہدوں اور قوانین کے مطابق خواتین کے حقوق کا اعتراف:

افغانی خواتین کو مغربی خواتین جیسے حقوق دلانا، امریکیوں اور افغانستان کو مغربی رنگ میں رنگنے کی کوشش میں مصروف مغربی رفاہی اداروں کا ایک اہم ہدف ہے، افغانستان میں ہر قسم کی امدادی کاروائیوں کو مغرب ہمیشہ سے افغانی خواتین کو مغربی خواتین جیسے حقوق دلانے کے ساتھ مشروط کرتا ہے۔

امریکیوں یا افغانستان میں کام کرنے والے مغربی اداروں کا حقوق نسواں کے لئے یہ اہتمام، مظلوم افغانی خواتین پر کسی شفقت یا رحم کی وجہ سے نہیں ہے، جو گذشتہ تین دہائیوں سے مغرب کی طرف سے مسلّط کردہ جنگوں کے مصائب برداشت کر رہی ہیں۔ بلکہ مغرب یہ چاہتا ہے کہ افغانی خاتون کو اس کے محفوظ اور باعزت گھرانے سے باہر نکالا جائے اور اسے دینی تعلیمات سے دوری پر ابھارا جائے اور اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ عفت و پاکیزگی کے اس باپردہ مقام کو ترک کر دے جو اسے اس مسلم، پاکیزہ اور مجاہد معاشرے میں حاصل ہے۔ اس لیے کہ مغرب اس بات کا ادراک رکھتا ہے کہ افغانی خاتون دینی تعلیمات کا التزام کرنے والی ہے اور اپنی گھریلو ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھاتی ہے، وہ اپنے مسلمان باپ، بھائی اور خاوند کی عزت و شرف کی نگہبان اور محافظ ہے۔

اس سرزمین کی پاکباز خواتین، صابر مائیں، مجاہد بہنیں اور اپنے شوہروں کی وفادار بیویاں لائقِ صد تحسین ہیں کہ ان کی قوم ایک مجاہد قوم ہے جو ہمیشہ حملہ آور کفار کے خلاف ڈٹ کے لڑی ہے، ماضی میں انہوں نے ہندوؤں، انگریزوں اور روس کا مقابلہ کیا تھا اور اب مغربی صلیبیوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔

اسی لیے تو مغرب، افغانی خواتین کو گمراہ کرنے کے لئے ہر طرح کے

وسائل بروئے کار لا رہا ہے۔ وہ یہاں بھی وہی نسخہ آزمانا چاہتا ہے جس کے ذریعے اس نے مغربی عورت کو ملحد بنا کر، دین، پاکیزگی، عفت اور شرف انسانیت سے محروم کر رکھا ہے۔

بے چاری مغربی خاتون اوباش اور ملحد مغربی مردوں کے ہاتھوں ایک کھلونا بن کر رہ گئی ہے، وہ ایسے بے حمیت مردوں کے ہاتھوں یرغمال ہے جو وحی کی ہدایت سے انکاری اور حرص، جنسی ہوس، بہیمانہ لذات اور کمزور قوموں کی سرزمینوں اور دولت کو لوٹنے میں مشغول ہیں۔

اسی وجہ سے افغانی خواتین کو بگاڑنے کے لئے مغرب حقوقِ نسواں کے موضوع کو بہت زیادہ اچھالتا ہے اور اس پر بہت زور دیتا ہے، چاہے دستور میں مغربی ترامیم ہوں، قوانین و معاہدات ہوں یا اس ملک کے بارے میں کسی قسم کی کانفرنس ہو ہر جگہ اس بات کو ضرور اٹھایا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانی خاتون اس قوم کی اصلاح یا بگاڑ کے لئے بنیادی اثاثہ ہے، اسے بھی اسی طرح اسلامی شریعت اور معاشرتی روایات کا التزام کرنا چاہیے جیسا کہ اس کے مسلمان بھائی کرتے ہیں۔ اسے چاہیے کہ اپنے رہن سہن، طرزِ زندگی اور حقوق کا تعین دینی تعلیمات کی روشنی میں اپنی معزز قومی روایات کے مطابق کرے، قابض کفار کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ ملحد اور بے دین مغربی تہذیب کے مطابق افغانی خاتون کے حقوق یا مقام کا تعین کریں۔

۴۔ افغانستان میں امریکی قربانیوں کی تحسین:

اس معاہدے میں کمال ڈھٹائی کے ساتھ دونوں فریقین امریکہ و افغانستان کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ افغانستان میں امریکی قربانیوں کا احترام کریں اور ان کو خراجِ تحسین پیش کریں۔ معاہدے کی اس شق سے مجھے اقبال کا یہ فارسی شعر یاد آتا ہے:

شرع یورپ بی نزاع قیل و قال
برۃ را کرد برگرگان حلال

یعنی مغرب کی شریعت نے بغیر کسی جھگڑے کے بھیڑوں کا خون بھیڑیے کے لئے جائز قرار دے دیا ہے۔

بیشک آج مغرب کی سرمایہ دارانہ شریعت مجرم اور قاتل کی تحسین کرتی ہے اور مظلوم و مقتول کی تضحیک۔ یہ کیسی حیران کن بات ہے کہ ان امریکی و یورپی فوجیوں کی تحسین کی جائے جو مغرب سے آکر مسلمان افغانی قوم پر حملہ آور ہوئے، ان کی زمین پر ناحق قبضہ کیا، ان کی حرمتیں پامال کیں، ان کے گھروں پر شب خون مار کر ان کے بال بچوں کو قتل کیا، ان کی بستیوں پر بمباری کی، ان کی مساجد یں مسمار کر دیں، قرآن پاک جلایا، ان کے بیٹوں کو قید خانوں میں ڈالا، شرعی قوانین کو معطل کر دیا، ہجرت و جہاد اور حریت و دفاع کے عنوانات کو ان کے نصابِ تعلیم سے نکال دیا اور اس قوم پر زبردستی کی جنگ مسلّط کر دی!

ان سب مظالم کے بعد ہی تو مظلوم افغانی اپنے دین، عزت اور جانوں کے دفاع کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور ہزاروں میل دور سے آکر حملہ آور ہونے والے قاتل اور غاصب مغربی فوجیوں کے خلاف قتال شروع کیا تھا۔

ان چیرہ دستیوں کے باوجود امریکہ کس ڈھٹائی سے مطالبہ کرتا ہے کہ افغانی قوم یہاں قتل ہونے والے امریکی فوجیوں کا احترام کرے۔ اور اس بے ہودہ خیال کو حملہ آور امریکیوں اور مقبوضہ افغانستان کے درمیان ہونے والے اسٹریٹیجک شراکت کے معاہدے میں درج بھی کیا جا چکا ہے۔

اگر امریکیوں کے نزدیک احترام اور تحسین کا یہی معیار ہے تو امریکی حکام اور قوم پر لازم ہے کہ اس بات کو اپنے آئین کا حصہ بنائیں کہ ان حملہ آوروں کو خراجِ تحسین اور اعزازی مقام دیا جائے جنہوں نے ماضی میں امریکہ پر حملے کر کے لوٹ مار اور قتل و غارت کی اور ان کے اکابر کو ذلیل کیا تھا۔

۵۔ موجودہ جنگی ڈھانچے کے مطابق جنگ کا تسلسل:

کرزئی اور اوباما کے درمیان طے پانے والے معاہدے میں یہ بھی طے پایا ہے کہ امریکی اور نیٹو افواج کی کاروائیاں پہلے کی طرح جاری رہیں

گی، البتہ جیل اور رات کی کاروائیوں کا کنٹرول افغان فوج کو دے دیا جائے گا۔ یعنی افغانستان میں اسلام اور مجاہدین کے خلاف جنگ یونہی جاری رہے گی اور غیر ملکی فوجیں جیسی ہیں ویسے ہی موجود رہیں گی اور جنگی وامن و امان کے امور حسبِ معمول قابض امریکیوں کے ہاتھ میں رہیں گے۔

جہاں تک جیلوں کی ذمہ داری اور رات کے حملوں کی قیادت افغانوں کے حوالے کرنے کا تعلق ہے تو یہ سب کچھ صرف کہنے کی حد تک ہے، اس کا زمینی حقائق سے کوئی تعلق دواسطہ نہیں ہے، اس لئے کہ امریکی اپنے ان غلاموں کی مخبری کے بغیر کبھی بھی رات کو لوگوں کے گھروں پر چھاپے نہیں مار سکتے، اور امریکیوں کے بنفسہ راتوں کو گھروں پر چھاپے مارنے جیسے گھناؤنے واقعات اس نام نہاد معاہدہ طے پانے کے بعد بھی کئی دفعہ وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔

قید خانوں کے اختیارات کی منتقلی کی صورتحال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، کیوں کہ کسی کی گرفتاری یا رہائی کا اختیار حقیقتاً امریکیوں کے ہاتھ میں تھا اور ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ افغان قوم کے خلاف امریکی جنگ یونہی جاری رہے گی اور ساتھ ہی امریکہ اس بات کا خواہاں بھی ہے کہ اس معاہدے سے امریکہ کو اس جنگ کو طول دینے کا جواز بھی مل جائے۔

یاد رہے کہ! امریکہ کے نزدیک اس جنگ کی وجوہات آج بھی وہی ہیں جو پہلے تھیں، یعنی مجاہدین امارتِ اسلامی ہر غاصب بشمول امریکہ کے خلاف جہاد اور یہاں اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش!

مغرب کا آزادی اور استقلال کو برداشت نہ کرنا اور اسلامی اصولوں کو پسِ پشت ڈالنا اور افغانستان کو مغربی طرز کی ریاست بنانے تک اس پر اپنا قبضہ برقرار رکھنا اور اپنی فوجیں یہاں مشغول رکھنا اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

جب تک مذکورہ اسلامی وجوہات باقی رہیں گی امریکہ دہشت گردی کے نام پر اسلام اور مجاہدین کے خلاف جنگ جاری رکھے گا۔

البتہ جو کوئی تسلیم ہونا چاہے تو اس کے لئے شرط ہے کہ جہاد ترک کر کے موجودہ آئین بالخصوص حقوقِ نسواں اور انسانی حقوق کی مغربی تعبیر کو تسلیم کر لے۔

۞......۞......۞

شب قدر کے برابر ثواب

قرآن کریم کی رو سے شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اور ایک ہزار مہینوں میں تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں اور سالوں کی تعداد تراسی سال چار ماہ بنتی ہے جو محض حق تعالیٰ کا انعام ہی انعام ہے اور چونکہ ان کی رحمت کی کوئی انتہاء نہیں ہے اس لیے اگر وہ کسی اور عمل پر بھی شب قدر کا ثواب دے دیں تو ان کے خزانۂ رحمت میں کچھ کمی نہیں آتی۔ چنانچہ درجِ ذیل کلمات تین مرتبہ کہنے سے شب قدر کے برابر ثواب ملتا ہے، آپ بھی یاد کرلیں اور یہ ثواب حاصل کریں۔

(کنز العمال، ص۲۲۶، ج۲)

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط

☆......☆......☆

چار قرآن کریم کا ثواب

رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے فجر کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا تو (یہ ثواب میں ایسا ہے) جیسے اس نے چار مرتبہ قرآن کریم پڑھا اور اس دن روئے زمین پر رہنے والوں میں وہ سب سے افضل ہوگا بشرطیکہ گناہوں سے بچے۔

(کنز العمال، ص۵۹۹، ج۱)

ملا امین اللہ المعروف ملا بورجان شہید رحمہ اللہ کی یاد میں

آپ کا مختصر تعارف: آپ کا اصل نام امین اللہ جبکہ ملا بورجان کے نام سے مشہور تھے، بہت سے لکھاریوں کے مطابق آپ حاجی محمد صادق کے بیٹے اور ملا موسیٰ جان کے پوتے تھے۔

ولادت با سعادت:

آپ کی پیدائش ۱۹۵۴ء کو صوبہ قندھار کے ضلع پنجوائی میں تلکا ن نامی گاؤں میں ایک دیندار گھرانے میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: چونکہ آپ کا تعلق ایک مشہور دیندار اور علمی گھرانے سے تھا، اسی وجہ سے بچپن میں والد محترم نے قدیم زمانے کے علماء کے طرز پر اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کی، تاکہ وہ اپنے دین عقیدے اور وطن کی خدمت کیلئے ایک روشن نامور ستارہ بن سکیں، بچپن ہی میں والد محترم کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا اس کے بعد آپ کی تربیت آپ کی شفیق والدہ نے کی۔ والد محترم کی وفات کے بعد اگرچہ آپ کو گوناگوں اقتصادی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا، لیکن پھر بھی آپ نے تعلیم نہیں چھوڑی، بلکہ آخری مراحل تک آپ نے بڑے شوق سے اپنے تعلیمی سلسلے کو جاری رکھا۔

جہادی میدان میں آپ کی سیاسی اور انتظامی جدوجہد:

۱۹۷۹ء کو جس وقت کمیونسٹوں نے حکومت پر قبضہ کر کے اپنا کنٹرول قائم کیا تو اس وقت ملا برجان ابتدائی درجات سے نئے نئے فارغ ہوئے تھے، کمیونسٹوں نے اس وقت کے علماء اور تعلیمی اداروں کے سربراہوں، اساتذہ، اور دیگر اسلامی طرز فکر رکھنے والے افغان شہریوں کو شہید کرنا شروع کیا، اور انہیں حبس بے جا میں رکھ کر طرح طرح کے تشدد کا نشانہ بنایا جیسا کہ آج کل صلیبی اور ان کے زرخرید غلام بغیر کسی عدالتی کاروائی اور بغیر کسی دلائل کے اسلام سے محبت کرنے والوں کو پھانسی پر چڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ملا بورجان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تعلیمی سلسلے کو ادھورا چھوڑ کر جہاد کے روشن میدان کا رخ کیا، اگرچہ اس وقت آپ کم عمر تھے، لیکن آپ میں اسلامی غیرت اور جذبہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اس میدان میں آپ نے بڑوں بڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا، آپ نے پچیس سال کے عمر میں ملا محمد اخوند کی قیادت میں صوبہ قندھار کے ضلع پنجوائی سے اپنی جہادی زندگی اکا آغاز کیا، آپ نے بہادری اور جرأت سے بہت ہی کم عرصے میں کمانڈر کا لقب پایا۔ ضلع پنجوائی کا جنوبی مغربی حصہ ان علاقوں میں سے تھا جہاں روسی حملہ آوروں کمیونسٹوں کی صورت میں موجود ان کے زرخرید علاموں پر آئے روز حملے ہوتے رہتے تھے۔

۱۹۸۰ء سے لیکر ۱۹۸۹ء تک ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا جس میں اس ضلع میں روسیوں اور ان کے غلاموں پر حملہ کر کے ان کو مردار نہ کیا گیا ہو۔

قندھار کی جغرافیائی حیثیت روسیوں کیلئے بڑی اہمیت کی حامل تھی اسی وجہ سے ان کی زیادہ تر توجہ قندہار پر مرکوز تھی، تاکہ وہ مجاہدین کی کاروائیوں کو روک سکیں اسی وجہ سے روسیوں نے جدید اسلحے سے لیس اپنی فوج کے ذریعے اس شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا، لیکن مجاہدین کی طرف سے نئے نئے پلاننگ اور طریقوں کی مدد سے مالجات اور پشمول کے علاقوں میں روسیوں پر وقتا فوقتا حملے ہوتے رہے، جن میں انہیں بہت سے جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اسی طرح سینکڑوں مجاہدین اپنی تنظیموں کے جھنڈے تلے جہادی کاروائیاں کر رہے تھے، لیکن محاذ پر وہ دشمن کے مقابلے میں سب کے سب ملا بورجان کی زیر قیادت لڑتے

تھے، آپ کا تعلق اگر چہ تنظیمی لحاظ سے اسلامی حزب سے تھا لیکن دیگر تمام تنظیموں کے اراکین آپ سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔

بہت سارے نامور کمانڈر آپ کی بہادری اور جنگی مہارت اور تجربے کے معترف تھے، چنانچہ اسی وجہ سے قندھار شہر کے اول خط پر آپ کو کمانڈر مقرر کیا گیا، روسی حملہ آوروں کے مقابلے میں گوریلے حملے کرنے میں آپ کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا، آپ کے قریبی ساتھی مولاداد آکا آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ غیرت، جانثاری اور بہادری کا ایک نمونہ تھے۔ گوریلے حملوں میں آپ کو ایک خاص مہارت حاصل تھی جس کی وجہ سے دشمن آپ سے ہروقت مرعوب رہتا تھا، جس لڑائی میں آپ بذات خود موجود ہوتے تو مجاہدین کو یہ کامل یقین ہوتا تھا کہ ان شاءاللہ کامیابی ہماری مقدر بنے گی۔

مولاداد آکا آپ کے بارے میں مزید کہتے ہے کہ ایک دفعہ مجاہدین نے روسیوں کے مرکز پر حملہ کا منصوبہ بنایا اس کاروائی کی کمانڈ آپ کی ذمہ تھی، آپ نے چند بہادر مجاہدین الگ کردیئے جن میں ایک امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ بھی تھے اس وقت ملا محمد عمر صاحب ملا بورجان شہید رحمہ اللہ کیساتھ ایک عام مجاہد کی حیثیت سے لڑ رہے تھے، چنانچہ جس وقت ملا بورجان روسیوں کے مرکز کے قریب پہنچے تو ایک اونچی جگہ پر چڑھ کر ان کی کمین گاہ کا معائنہ کرنے لگے آپ نے دیکھا کہ روسی اپنے مقامی غلاموں کیساتھ "قطو" نامی کھیل کھیل رہے ہیں، چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ بڑے اسلحے کو اوپر چڑھادو اور یہی سے ان پر حملہ کردیا۔ سخت لڑائی کے بعد دشمن کو بہت جانی اور مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا جب کہ مجاہدین اللہ کے فضل وکرم سے بخیر وعافیت اپنے مورچوں تک واپس پہنچنے میں کامیاب رہے۔

جولائی ۱۹۹۴ء سے لیکر ستمبر ۱۹۹۶ء تک کابل کے فتح ہونے تک سارے کامیابیاں جو طالبان کے اسلامی تحریک نے حاصل کی وہ اللہ تعالی کے فضل وکرم اور ملا بورجان شہید رحمہ اللہ کی قربانیوں اور قوی تدبیروں کا ثمرہ ونتیجہ تھی۔

صوبہ قندھار کا ضلع ارغنداب روسیوں کیلئے ایک اہم اسٹراٹجک حیثیت رکھتا تھا کیونکہ یہ علاقہ صوبہ کے مرکز سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا اور اس ضلع کا سقوط پوری صوبہ کا سقوط جبکہ اسکا کنٹرول پورے صوبے کا کنٹرول شمار ہوتا تھا روسیوں نے ۱۹۸۸ء کو مختلف قسم کے جدید اسلحے سے لیس فوج، ٹینکوں اور طیاروں کی مدد سے معروف روسی جنرل (بوریس گورموف) کے زیر قیادت اس خطے پر حملہ کیا۔

مذکورہ جرنیل نے اپنی کتاب (سرخ لشکر ین افغانستان) میں اس لڑائی کے پوری تفصیل لکھی ہے۔

جس وقت روسیوں نے ملا نقیب اللہ اور ان کے ساتھیوں کو ایک سخت محاصرے میں لے لیا جو (۳۳) تینتیس دن تک جاری رہا، تو اس وقت ملا بورجان رحمہ اللہ کا مرکز (پشمول) بھی ایک سخت محاصرے میں تھا، لیکن اس کے باوجود ملا بورجان شہید رحمہ اللہ سے اپنے مجاہد بھائیوں کا محاصرہ اور ان پر وحشیانہ بمباری برداشت نہ ہوسکی۔

چنانچہ اسی وقت آپ بہت سارے مجاہدین کو اپنے ساتھ لے کر ان محصور مجاہدین کے طرف روانہ ہوئے اور اچانک پیچھے کے طرف سے روسیوں پر حملہ کردیا اس حملے نے روسیوں کو حیرت میں ڈال دیا چنانچہ وہ مجاہدین کے حملوں کا دفاع نہ کرسکے، اور بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح ملا بورجان اللہ تعالی کی مدد سے اس محاصرے کو توڑنے میں کامیاب رہے اور مجاہدین کو اس تکلیف سے باہر نکال لائے۔

جس وقت ملا بورجان نے روسیوں کو بھاگنے پر مجبور کیا تو اس کے بعد سے پورے افغانستان میں روسیوں کو پے درپے شکست کا سامنا کرنا پڑا، اور پھر وہ کبھی بھی ضلع ارغنداب میں مجاہدین کی مرکزوں کا محاصرہ نہیں کرسکے، ملا بورجان شہید رحمہ اللہ جہادی میدان میں ایک منفرد تجربے کے مالک تھے، اور جنگی تکنیک کے ایک زیرک کمانڈر تھے چنانچہ کبھی بھی

دشمن کو یہ موقع نہیں دیتے تھے کہ وہ مجاہدین پر حملہ کرنے میں پہل کرے بلکہ وہ دشمن پر حملے میں خود پہل کر کے انہیں جانی اور مالی ہر قسم کے نقصانات پہنچاتے تھے۔

آپ نے زندگی کا زیادہ تر حصہ روسیوں کے خلاف جہاد میں گزارا، اور افغانستان کے جنوبی مغربی حصو میں شدید لڑائیوں میں آپ نے شرکت کی جس میں دو مرتبہ آپ زخمی بھی ہوئے ۔پہلی دفعہ آپ ۱۹۸۴ء کو زخمی ہوئے جس وقت باغ پل کے مقام پر روسیوں نے آپ کا محاصرہ کر رکھا تھا چنانچہ اس محاصرہ کے دوران آپ مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک دھماکے کے شکار ہو کر سخت زخمی ہوئے۔

دوسری دفعہ ۱۹۸۷ء کو محلہ جات کے مقام پر روسیوں اور مجاہدین کے درمیان سخت لڑائی کے دوران آپ اپنے بہت سے مجاہد ساتھیوں سمیت زخمی ہوئے اس لڑائی میں بہت سے مجاہدین شہید بھی ہوئے۔

یہ اور اس طرح کے اور واقعات ملا بور جان کی جہادی زندگی میں پیش آئے لیکن یہ آپ کے عزم میں اور ایمانی قوت میں ذرہ برابر کمی نہ کر سکے اور آپ نے ان سب کچھ کے باوجود جہاد کے محاذ کو گرم رکھتے ہوئے دین اور وطن کے دشمنوں کے خلاف اس مقدس جہاد کو دوام بخشا۔

طالبان کی اسلامی تحریک کی بنیاد رکھنے میں ملا بور جان شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بنیادی کردار:

طالبان کی تحریک قندہار میں اس وقت شروع ہوئی جس وقت ملک بھر میں خانہ جنگی، ظلم، بے انصافی اور بدامنی اپنی عروج اور برداشت سے باہر تھی۔ جبکہ دسری طرف ایک نام نہاد حکومت تھی، جو ڈیڑھ ملین سے زائد شہیدوں کے توقعات کے برعکس ہر وہ کام کرتی تھی، جو شرعی، قومی اور بین الاقوامی اصولوں کے سراسر خلاف تھی، تو اس وقت ان مجاہدین نے جنہوں نے اپنی جان و مال کی قربانیاں دیکر سالہاں سال تک روسیوں کے خلاف جہاد کیا، اور اس راستے میں کئی ملین شہیدوں کے خون کے قربانی سمیت، ہر قسم کی قربانی دی۔

تو ان کا مقصد صرف اسلامی نظام کا قیام تھا، چنانچہ اس فاسد اور بدکار حکومت کا نظام انہیں برداشت نہیں ہوسکتا تھا، کیونکہ اس نظام کو قبول کرنا انہیں کئی ملین شہیدوں کے خون کیساتھ خیانت اور غداری کے مترادف لگتا تھا چنانچہ اسی وجہ سے طالبان کے اسلامی تحریک کے ابتداء چند مخلص لوگوں نے کی اور اس طرح اس فاسد نظام کو ختم کر کے ایک اسلامی نظام قائم کرنے کیلئے جدوجہد شروع کی، ان لوگوں میں سے ایک پختہ عزم کے مالک اور مخلص کمانڈر ملا بور جان بھی تھے، جو ملا محمد عمر مجاہد کے دست و بازو بن کر ان کے ساتھ کھڑے ہوئے اور مذکورہ تحریک کو فعال بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

> آپ نے اپنی پوری زندگی جہاد کے محاذ پر گزاری لیکن اپنی ذاتی ضروریات کے لئے بیت المال کو استعمال نہیں کیا اور نہ ہی بیت المال سے آپ نے کوئی ناجائز فائدہ اٹھا یا، حالانکہ آپ کو ایسے سخت معاشی حالات کا سامنا تھا کہ اکثر اوقات روزمرہ ضروریات کو پورا کرنے کیلئے مجھ سے قرض لیتے تھے۔

جولائی ۱۹۹۴ء سے لیکر ستمبر ۱۹۹۶ء تک کابل کے فتح ہونے تک ساری کامیابیاں جو طالبان کے اسلامی تحریک نے حاصل کی وہ اللہ تعالی کے فضل و کرم اور ملا بور جان شہید رحمہ اللہ کی قربانیوں اور قوی تدبیروں کا ثمرہ و نتیجہ تھیں۔

اکتوبر ۱۹۹۴ء کو جس وقت طالبان نے قندھار پر کنٹرول حاصل کر کے وہاں ایک اعلیٰ شوریٰ قائم کیا، ملا بو جان شہید رحمہ اللہ اس شوریٰ کے ایک فعال رکن تھے، جبکہ ساتھ ہی وہ دیگر انتظامی امور بھی سرانجام دیتے رہے۔

شروع میں ملا بور جان قندرھار کے امن و امان کیلئے کمانڈر مقرر رہوئے، لیکن بعد میں جب طالبان کی طرف سے نئے پروگراموں اور پلاننگ کے تحت دیگر صوبوں پر کنٹرول کا منصوبہ بنا تو اس وقت ملا بور جان رحمۃ اللہ علیہ کو خط اول پر جہادی محاذ کا کمانڈر مقرر کیا گیا، اور انہیں دیگر صوبوں کے طرف مجاہدین کو منظم کرنے اور کارروائیوں کو فعال بنانے کی

ذمہ داری سونپی گئی۔ آپ نے اس ذمہ داری کو بڑے احسن انداز سے نبھایا، اور یہ سب کچھ آپ نے طالبان کے مرکزی کمانڈر ملا محمد اخونداور ملا محمد ربانی کے مدد سے کیا، طالبان نے اپنے طاقتور انتظامی تکنیک اور پلاننگ کے ذریعے بہت کم عرصے میں قندھار سے کابل اور اسی طرح چہار آسیاب اور میدان شار تک اپنی کاروائیاں پھیلا کر بہت سے حصوں پر کنٹرول حاصل کرلیا۔

۱۹۹۵ء کو کابل کے جنوب میں چہار آسیاب کے مقام پر آپ شدید زخمی ہوئے چنانچہ آپ کو علاج کیلئے قندھار لایا گیا اور چند دنوں کے علاج کے بعد آپ نے دوبارہ چہار آسیاب کا رخ کیا اور خط اول کو قوت بخشا، اگست ۱۹۹۵ء تک طالبان نے ہر طرح کی کوششیں کی کہ وہ کابل کو فتح کرلیں، لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے۔ طالبان کے اسلامی تحریک کے مرکزی قائدین کے جانب سے کابل کو فتح کرنے کے نئے منصوبوں پر کام شروع ہوا چنانچہ ۱۹۹۶ء کو کابل کے مشرق میں سپینہ شگہ، حصارک اورازرہ اور اسی طرح ننگرہار، کنڑ، لغمان صوبیں یہاں تک کہ کابل کے دروازے ماہی پرتک کے حصے کو فتح کیا گیا۔

انتظامی خصوصیات:

ملا بورجان رحمہ اللہ نے انتظامی امور کسی مدرسے وغیرہ سے نہیں سیکھے اور نہ ہی آپ نے کوئی جنگی ٹریننگ کسی سے حاصل کی لیکن پھر بھی آپ کے انتظامی مہارت کسی اعلی تجربہ کار جرنیل سے کم نہیں تھی۔

آپ کی جنگی مہارتوں کے وجہ سے ہی قندھار سے روسیوں کا صفایا ہوا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ملا بورجان شہید رحمۃ اللہ علیہ کسی وقت بھی ان کے مورچوں پر دھاوا بول کر انہیں تہس نہس کرسکتا ہے، وہ اس بات کو بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ ملا بورجان جو منصوبہ بناتا ہے، تو پھر اس پر ہر حال میں عمل درآمد بھی کر گزرتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے مراکز اور اڈوں سے بہت کم نکلا کرتے تھے، اسی طرح طالبان کے دور میں جن کارروائیوں میں آپ بذات خود شریک ہوتے تو ان میں مجاہدین کا نقصان نہ ہونے کے برابر ہوتا، آپ کارروائی سے پہلے اس کے تمام پہلوں کا اچھی طرح جائزہ لیتے اور اس کے عواقب اور نتائج کے بارے میں خوب غور اور حوض کرتے اور مجاہدین کو اس کارروائی کا طریقہ کار دلائل کے ساتھ سمجھاتے۔

آپ کے ایک قریبی ساتھی (ملا باز محمد اخوند) آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم چار آسیاب کے مقام پر اولین محاذ پر بیٹھے ہوئے تھے، کہ آپ نے مجھ سے کہا کہ یہاں اس محاذ پر ہمیں ایک سال اور آٹھ مہینے گزر گئے ہیں اور بہت سارے مجاہدین بھی شہید ہوگئے ہیں ہم نے بہت کوشش کی لیکن پھر بھی کابل کو فتح نہ کرسکے۔ میرے تجربے کے مطابق ہم کابل کو چہار آسیاب اور میدان شار کی جانب سے فتح نہیں کرسکتے بلکہ اگر ہم اس کے مقابلے میں کابل کی مشرق کی جانب سے کارروائیوں کا آغاز کریں تو اللہ تعالی کی فضل وکرم سے بہت جلد ہم کابل فتح کرلیں گے۔

ملا باز محمد اخند کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالی کی فضل وکرم سے آپ کا یہ بھائی بہت کم عرصے میں کابل کو مشرق کی جانب سے فتح کرسکتا ہے اور پھر اس کے بعد ہم شریعت کے سائے تلے یہاں گھومیں پھیریں گے۔

ملا باز محمد اخوند کہتے ہیں کہ انہی دنوں طالبان نے اپنی کارروائیوں کو روک دیا اور باہمی اتفاق سے کابل کی مشرقی جانب سے کارروائیوں کا آغاز کردیا، ملا بورجان نے کابل کو فتح کرنے کیلئے جتنے دنوں کا اندازہ لگایا تھا اتنے ہی دنوں میں طالبان نے پورے کابل پر فتح حاصل کی۔

حسن اخلاق:

ساری زندگی آپ نے جنگی محاذ پر گزاری تھی، لیکن اس کے باوجود آپ بہت بردبار اور حلیم طبیعت کے مالک تھے، آپ حسن اخلاق کے پیکر اور ہر کسی پر رحم کرنے والے ایک دردمند انسان تھے، جنگ کے محاذ پر آپ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رویہ بالکل قرآن کریم کی اس آیت اشداء علی الکفار رحماء بینھم "مؤمنین کفار کے مقابلے میں بہت سخت جبکہ آپس میں مہربانی کا معاملہ کرتے ہیں" کے موافق ہوتا تھا۔

جنگ کے محاذ پر آپ کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ بے گناہ لوگوں کو کسی

قسم کی تکلیف اور نقصان نہ پہنچے، نیز کارروائی کے دوران بھی آپ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ مخالفین نہ مارے جائیں بلکہ انہیں موقع دیا جائے کہ یا تو وہ سرِتسلیم خم کرلیں یا پھر لڑائی سے ہاتھ اٹھالیں۔

۱۰/۲/۱۹۹۶ء کو جس وقت طالبان نے میدان شار اور لوگر فتح کرلیا تو بی بی سی کے ایک رپورٹر نے آپ کا انٹرویو لیا اور مستقبل کے بارے میں آپ سے پوچھا، اس نے ملا بورجان سے سوال کیا کہ اس میں کیا راز پوشیدہ ہے کہ دن کی بجائے آپ رات کو کارروائی کرتے ہو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ مخالفین پر دن کی روشنی میں حملہ کریں کیونکہ دن کی روشنی میں وہ مارے جائیں گے اور بھاگ بھی نہیں سکے گیں، چنانچہ اسی وجہ سے ہم دن کی بجائے رات کو کارروائی کرتے ہیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ اپنے مخالفین کو ماریں بلکہ ہم تو صرف ان علاقوں کی آزادی چاہتے ہیں تا کہ وہاں شریعت کا نظام قائم کرسکیں نہ یہ کہ ہم وہاں قتل وغارت گری اور خون کا بازار گرم کریں۔

ساتھیوں کیساتھ معاملے کے بارے میں ایک مجاہد عتیق الرحمٰن آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کسی بات پر چند مجاہد ساتھیوں پر سخت غصہ ہوئے اور انہیں کچھ ڈانٹ پلائی۔ لیکن واپسی کے وقت آپ کو اپنے اس فعل پر بہت سخت پشیمانی ہوئی، چنانچہ نے آپ نے دوبارہ لوٹ کر ہر ایک سے انفراداً معافی مانگ کر سب کو راضی کرلیا اور پھر خوشی خوشی اپنے جگہ کی طرف روانہ ہوئے۔

زہد وتقوی:

ایک طرف آپ اپنے ساتھیوں کے درمیان بہادری، غیرت اور جنگی تجربے کی بنیاد پر مشہور تھے، تو دوسری طرف آپ کی طرح زہد وتقوی اور عاجزی بھی بہت کم لوگوں میں پائی جاتی تھی۔ الغرض آپ تقوی اور پرہیزگاری کا ایک نمونہ تھے، آپ نے کبھی بھی بیت المال سے اپنے ذاتی خرچے کیلئے کچھ نہیں لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس بات کی وصیت کرتے رہتے کہ خیانت سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔ حالانکہ آپ ایک بڑے انتظامی عہدے پر فائز کمانڈر تھے اور تمام عسکری اور مالی امور آپ کی زیرنگرانی تھے لیکن اس کے باوجود آپ کی اقتصادی حالت آپ کے عہدے کے برابر نہیں تھی۔

آپ کے ایک قریبی ساتھی ملا دادا کا آپ کی اقتصادی حالت کے بارے میں کہتے ہیں کہ جس وقت افغانستان سے کمیونسٹ نظام کا خاتمہ ہوا تو مختلف تنظیموں کی باہمی جھگڑوں اور اختلافات کی وجہ سے آپ نے ذریعہ معاش کے طور پر کچھ چھوٹا موٹا کاروبار شروع کیا۔

آپ نے اپنی پوری زندگی جہاد کے محاذ پر گزاری لیکن اپنی ذاتی ضروریات کے لئے بیت المال کو استعمال نہیں کیا اور نہ ہی بیت المال سے آپ نے کوئی ناجائز فائدہ اٹھایا، حالانکہ آپ کو ایسے سخت معاشی حالات کا سامنا تھا کہ اکثر اوقات روزمرہ ضروریات کو پورا کرنے کیلئے مجھ سے قرض لیتے تھے۔

شہادت:

آخر کار یہ جوان مرد، بہادر، اخلاص کا پیکر اور وفادار، تجربہ کار مجاہد ملا امین اللہ بورجان بدھ کے روز عصر کے چار بجے کے وقت بمطابق (۲۷/۹/۱۹۹۶ء) کو ریشمین تنگی کی مقام پر مخالفین کے ایک راکٹ کا نشانہ بنے اور اس طرح اللہ کے راستے میں اپنے وعدے کو پورا کرتے ہوئے شہادت کے اعلی مقام سے سرفراز ہوکر اس فانی دنیا سے کوچ کرکے اللہ کے دربار میں چلے گئے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالی آپ کی روح کو خوشی سے سرشار رکھیں، اور جنت الفردوس کو آپ کا ٹھکانہ بنائیں۔

ملا باز محمد اخند کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالی کی فضل وکرم سے آپ کا یہ بھائی بہت کم عرصے میں کابل کو مشرق کی جانب سے فتح کرسکتا ہے اور پھر اس کے بعد ہم شریعت کے سائے تلے یہاں گھو میں پھیریں گے۔

ضلع سرپل کے جہادی مسئول

ملا محمد نادر حق جو سے گفتگو

ملاقات و ترتیب: حبیب مجاہد

طالب علم محمد نادر حق جو ولد مرزا رحیم ،قوم ازبک ۔33 برس قبل صوبہ سرپل کے ضلع صیاد کے گاؤں الملک میں پیدا ہوئے ۔ پاکستان و افغانستان کے مختلف مدارس میں پڑھتے رہے مگر جہادی مصروفیات کی وجہ سے صرف درجہ سادسہ تک ہی پڑھ سکے ۔محمد نادر کا شمار ان باہمت اور جری مجاہدین میں ہوتا ہے جنہوں نے ملک کے شمالی صوبوں بلخ ، جوزجان ، فاریاب اور سرپل میں جہادی کارروائیاں شروع کیں اور پھر اپنی بے پناہ استقامت کے ذریعے ان علاقوں کو دشمن کے لیے گرم محاذ بنادیا۔

محمد نادر جنہوں نے جوزجان، فاریاب اور سرپل کے صوبوں میں مختلف کارروائیوں میں حصہ لیا، گذشتہ چار سال سے امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے صوبہ سرپل کے گورنر کی حیثیت سے منتخب کیے گئے ہیں جوتا حال اپنے عہدے پر فائز ہیں۔ہم نے ان سے علاقے کی جہادی صورتحال کے حوالے سے گفتگو کی، جو آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سوال : محترم حق جو صاحب! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں، مہربانی ہوگی اگر آپ ہمیں صوبہ سرپل کے بارے میں عمومی معلومات دیں اور یہ بتائیں کہ علاقے میں جہادی کارروائیاں کیسے شروع ہوئیں؟

جواب : نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

صوبہ سرپل کا شمار افغانستان کے شمالی صوبوں میں ہوتا ہے، جس کی سرحدیں جوزجان، بلخ، فاریاب، سمنگان، بامیان اور غور سے لگتی ہیں۔ اس کا رقبہ 15999 مربع کلومیٹر ہے۔یہ صوبہ صوبائی دارالحکومت (سرپل بازار) کے علاوہ صیاد، سید آباد، سوزمہ قلعہ، سنگ چارک، بلخاب، کوہستانات اور گوسفندی کے سات اضلاع پر مشتمل ہے۔

سرپل میں پانچ سال قبل امریکیوں کے خلاف پہلی مرتبہ جہادی کارروائیوں کا آغاز ہوا، ابتداء میں ہم 8 افراد تھے جنہوں نے ضلع صیاد میں جہاد کا آغاز کیا۔ چونکہ دشمن کا دباؤ زیادہ تھا ،میدانی علاقوں اور آبادیوں میں رہنے کے لیے ہمارے پاس گذارے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس لیے تین ماہ تک تو پہاڑوں غاروں اور بڑی چٹانوں کے نیچے رہے۔ کبھی کبھی کارروائی کے لیے انتہائی خفیہ طریقے سے نشیبی علاقوں کی طرف اتر آتے ۔ ہمارے ساتھ جوزجان ، فاریاب ، اور آس پاس کے دیگر صوبوں کے مجاہدین بھی رابطے میں ہوتے ۔ان کے کچھ ساتھی بھی تھے جو ہمارے ساتھ کارروائیوں میں حصہ لیتے ۔ابتداء میں جہادی کارروائیاں صوبوں کے سطح پر نہ تھیں بلکہ ہم سب مل کر کارروائیاں کرتے ۔ کچھ مدت بعد ہم نے شہری اور آبادی والے علاقوں میں دعوتی سرگرمیوں کا آغاز کیا تب ضلع صیاد میں چار گاؤں ایسے تھے جنہوں ہماری مدد کی۔ بعد میں جب سرپل اور آس پاس کے علاقوں سے بہت سے مجاہدین وہاں آئے تو ہماری تعداد بہت بڑھ گئی اور ضلع صیاد کافی حد تک ہمارے قبضے میں آ گیا چار سال قبل اسلامی امارت کی جانب سے مجھے صوبہ سرپل کی جہادی ذمہ داریاں حوالے کی گئیں ۔اس وقت ہمارے ساتھیوں کی کل تعداد 70 مسلح مجاہدین پر مشتمل تھی۔ ہم نے وہاں تربیتی کیمپ بھی بنائے اور دیگر بہت سے علاقوں کی طرف اپنی کارروائیوں کو وسعت دی۔ جہاں عام لوگوں کی جانب سے انتہائی گرمجوشی اور استقبال کا سلوک کیا گیا۔ بعد میں ہم نے سرپل کے مرکز سید آباد، سنگ چارک، کوہستانات، سوزمہ قلعہ اور گوسفندی میں بھی اپنی تشکیلات جاری کردیں اور اب الحمد للہ ضلع بلخاب کے علاوہ سارے ہی اضلاع میں ہماری کارروائیاں جاری ہیں

اورصوبے کے اکثر علاقے فتح ہو چکے ہیں۔

سوال : سرپل کے موجودہ حالات کے بارے میں اگر ہمیں معلومات دی جائیں کہ وہاں مجاہدین کس حالت میں ہیں اور دشمن کس صورتحال سے دوچار ہے؟

جواب: یہ کہنا مناسب ہوگا کہ سرپل میں جہادی فتوحات کے حوالے سے موجودہ سال انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ پہلے اگر صوبے کے بعض اضلاع میں مجاہدین کو محض علامتی تسلط اور قبضہ حاصل تھا تو اس سال بلخاب کے علاوہ تمام اضلاع میں مجاہدین کو انتہائی قوی تسلط حاصل ہے اوران کا معلوماتی نیٹ ورک وسیع پیانے پر پھیل گیا ہے۔مثال کے طور پر ضلع سید آباد جو مرکز کے شمال میں انتہائی قریب واقع ہے اور سرپل اور جوزجان جانے والی سڑک اس کے بیچ سے گذرتی ہے۔مجاہدین کا انتہائی قوی مورچہ سمجھا جاتا ہے۔اس سڑک کے مشرق میں واقع بہت سے گاؤں ہیں جو سب کے سب مجاہدین کے حلقے میں ہیں۔ یہاں تک کہ مجاہدین شہر کے دروازے تک جانے کی گنجائش رکھتے ہیں۔اس سڑک کے مغرب میں بھی مجاہدین کا سکہ چلتا ہے۔سرپل کے مرکز کے بارے میں اگر ہم بات کریں تو مرکز کے مشرق میں واقع دو بڑے علاقے ''شیرم'' اور''نیمدان'' جو کئی گاؤں پر مشتمل ہیں اعلانیہ طور پر مجاہدین کے حلقے میں شامل ہیں۔شیرم اتنا وسیع علاقہ ہے کہ مجاہدین اب اسے الگ ضلع قرار دینے لگے ہیں،مرکز کے جنوب اور مغرب میں بھی بہت سے گاؤں مجاہدین کے حلقے میں ہیں۔مثال کے طور پر لغمان،آدرنگ،لتی اور آس پاس کے علاقوں میں مجاہدین کا دباؤ اتنا زیادہ ہے کہ دشمن کو ہر رات نئے سرے سے حفاظتی انتظامات کرنے پڑتے ہیں تا کہ مجاہدین کے متوقع حملوں سے خود کو بچا سکیں۔چند ماہ قبل مجاہدین نے سرپل کے مرکزی جیل پر حملہ کیا اور جیل توڑ کر کئی مجاہدین کو آزاد کرانے میں کامیاب ہوگئے۔اس سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مجاہدین کے لیے مرکز میں بھی کس حد تک کارروائیاں کرنا ممکن ہیں۔

ضلع صیاد جو مجاہدین کی نشوونما کی اصل سرزمین ہے وہاں مجاہدین نے اب کسی حد تک اپنی موجودگی کو کم کردیا ہے۔دشمن نے وہاں اپنا دباؤ بڑھادیا ہے اور المانیہ کے افواج نے وہاں اپنے ٹھکانے بنادئے ہیں مجاہدین نے دشمن کے چھاپوں سے بچنے کے لیے اس علاقے میں اپنی تعداد انتہائی کم کردی ہے اور اس کے بدلے دیگر علاقوں میں اپنی کارروائیوں پر سارا زور لگادیا ہے،اب بھی صیاد میں مجاہدین کی کافی تعداد موجود ہے جو آئے دن دشمن پر حملے کرتی رہتی ہے۔

کوہستانات کا علاقہ جو رقبے کے لحاظ سے انتہائی وسیع ہے اور چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پوگان،چکن اور چراس اس کے وہ تین حصے ہیں جہاں علانیہ مجاہدین کا سکہ رائج ہے،وہاں دشمن کا کوئی اثر ونفوذ نہیں صرف''استراب'' کے نام سے موسوم ایک حصہ ایسا ہے جہاں ضلع کا مرکز ہے وہاں محض علامتی طور پر دشمن کا تسلط ہے۔ یہاں بھی مجاہدین موجود ہیں اور دشمن کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ آزادانہ نقل وحرکت یا حکومت کرسکیں۔سوزمہ قلعہ،گوسفندی اور سنگ چارک کے اضلاع میں الحمدللہ اس سال مجاہدین کو بہت اہم کامیابیاں ملی ہیں۔ان علاقوں میں کارروائیوں کی قابل توجہ حد تک توسیع اور عوامی تعاون کا حصول مجاہدین کی اس سال کی انتہائی اہم کامیابیاں ہیں۔ یہ تین اضلاع اس صوبے کے سب سے زیادہ آبادی والے اضلاع ہیں جس کے اکثر علاقے باغوں پر مشتمل ہیں۔ان اضلاع میں دسیوں گاؤں مجاہدین کے حلقۂ اقتدار میں ہیں اور یہاں کے سبھی لوگ مجاہدین کے حامی ہیں۔

ضلع گوسفندی وہ علاقہ ہے جو صوبہ بلخ سے ملتا ہے علانیہ طور پر مجاہدین کے زیرکمان ہے۔سوزمہ قلعہ کے گاؤں میں ایک واضح کامیابی دشمن کے ایک کمانڈر.....جس کا نام شہزادہ تھا....کی ہلاکت ہے جو کچھ عرصہ پہلے مجاہدین کے حملوں میں قتل ہوگیا۔صرف بلخاب کا علاقہ ایسا ہے جہاں ہماری تشکیلات نہیں ہیں اس کی وجہ بھی محض عوامی تعاون کی عدم دستیابی ہے۔

بلخاب کے لوگ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، پہلے ان کا تعلق حزب وحدت سے رہا ہے۔ جس طرح پورے افغانستان میں صرف بامیان اور دایکندی میں جہادی کارروائیاں کمزور ہیں اسی طرح بلخاب میں بھی ہم نے اب تک کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کی ہے

سوال : دشمن پروپیگنڈا کررہا ہے کہ اس نے سرپل میں ہزاروں لوگوں میں اسلحہ تقسیم کیا ہے اور اربکیوں کے نام سے وہاں لوگوں کو مسلح کردیا ہے۔اس خبر کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : سرپل کے چند محدود علاقوں میں واقعتاً دشمن نے اسلحہ تقسیم کیا ہے اور اپنے زعم میں انہوں نے واقعتاً اربکیوں کی خدمات لی ہیں لیکن ان کے اس اقدام سے ہمارے کاموں پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ آپ جانتے ہیں سرپل کے لوگ عام طور پر انتہائی دیندار اور مذہبی ہیں جنہوں نے گذشتہ چند سالوں سے مجاہدین کے لیے انتہائی اہم قربانیاں دی ہیں۔ بعد کے حالات میں جب دشمن نے وہاں کے پرانے چوروں، ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کو مسلح کرکے اربکی بنانے کی کوشش کی تو ان لوگوں نے وہاں کے عوام پر سخت مظالم ڈھائے۔ان حالات میں عام لوگوں نے مجاہدین کی طرف رجوع کیا جو ابتداء ہی سے مجاہدین کے انتہائی مخلص چلے آئے ہیں۔انہوں نے مجاہدین سے کہا کہ یہ چند لوگ ہیں جن کو دشمن نے مسلح کردیا ہے، اگر چہ تعداد میں کم ہیں مگر جب یہ لوگ مسلح ہوگئے ہیں تو علاقے میں عوام پر مظالم ڈھارہے ہیں اور علاقے میں ان کا اثر ورسوخ بڑھ رہا ہے۔ جب یہ لوگ مقامی لوگوں سے مقابلے پر اتر آئے ہیں تو ہم عوام بھی دشمن سے اسلحہ لے لیتے ہیں۔اس لئے نہیں کہ خدانخواستہ ہم دشمن کے دست وبازو بنیں بلکہ اس لیے تاکہ ان ظالموں کے ظلم سے نجات حاصل کرسکیں۔ تب سرپل کے کچھ علاقوں میں لوگوں نے دشمن سے اسلحے وصول کیے ،اس لیے دشمن نے بھی اعلان کردیا کہ ہم نے سینکڑوں اربکی بنالیے ہیں۔لیکن اس اقدام نے دشمن کو فائدہ کی بجائے کافی نقصان پہنچایا۔یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اب تک مجاہدین کے لیے کہیں پرکاوٹ بن کر کھڑے نہیں ہوئے۔ بلکہ مجاہدین کے ساتھ پہلے کی طرح بھرپور تعاون کررہے ہیں۔انہوں نے حکومت کو یہ باور کرایا ہے کہ ہم اربکی ہیں مگر درحقیقت یہ ان ڈاکوؤں اور بدمعاشوں سے اپنی حفاظت کے لیے مسلح ہوئے ہیں اور مجاہدین کے ساتھ حسب سابق محبت اور تعلق رکھتے ہیں۔

ضلع صیاد میں اور مرکز کے جنوبی علاقوں میں جو اربکی لوگ ہیں مجاہدین کے پورے ہمراز ہیں جب بھی دشمن اس علاقے میں داخل ہوتا ہے تو یہ لوگ اس سے قبل ہی مجاہدین کو خبردار کردیتے ہیں، اسی طرح ہمارے دس فیصد مجاہدین ایسے ہیں جو دشمن کے اسلحہ سے دشمن سے لڑ رہے ہیں۔ کچھ مجاہدین نے خود دشمن سے اسلحہ وصول کیا ہے اور بعضوں کے رشتہ داروں نے وصول کرکے انہیں اسلحہ پہنچایا ہے۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہاں اسلحہ تقسیم کرنے سے مجاہدین کو کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔ بلکہ بہت سے مواقع پر تو اس سے ہمیں تعاون ملا ہے۔

سوال: سرپل میں ایک اور اہم اور قابل توجہ موضوع حال ہی میں سکول کی بچیوں کو بے ہوش کرنے کے واقعات ہیں۔جس کا الزام دشمن نے طالبان پر ڈالدیا ہے۔اس واقعے کے متعلق اگر کچھ معلومات دی جائیں تو بہتر ہوگا۔

جواب : رواں سال کے جون کے مہینے کے آخری عشرے میں سرپل کے تین مختلف سکولوں کی بچیوں اور ٹیچرز کو بے ہوش کرنے کے واقعات پے درپے سامنے آئے۔یہ واقعات دشمن کی جانب سے سکولوں کی طالبات کو بے ہوش کرنے کے سلسلے کی کڑیاں ہیں، جو ملک کے مختلف علاقوں میں دشمن کی جانب سے پیش آئے۔اس واقعے کے متعلق اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ بے غیرت اور بے حیا دشمن کی چالیں ہیں تاکہ اس طرح کے واقعات اور اس کا الزام مجاہدین پر لگا کر مجاہدین کو بدنام کیا جائے۔ میں اس سے قبل بتاچکا ہوں کہ سرپل کے مرکز میں مجاہدین بہت طاقتور ہیں اور مجاہدین کا نفوذ ان علاقوں میں بڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن

وہاں محاصرے کی حالت میں ہے، مرکز کے رہنے والے عوام مجاہدین سے بہت محبت رکھتے ہیں، دشمن فوجی حوالے سے مجاہدین کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہوگیا ہے۔ اس لیے اب کی بار اس نے کوشش کی کہ بچیوں پر گیس پھینک کر اور پھر اس کا الزام مجاہدین پر لگا کر مجاہدین اور لوگوں کے درمیان فاصلے پیدا کرے اور اسی ہدف کے حصول کے لیے دشمن نے اس سے قبل بہت سے علاقوں میں تعلیمی اداروں، کلینکوں اور دوسرے عوامی رفاہی اداروں کو بموں سے بھی اڑایا تھا۔ دشمن نے تین دن پے در پے شہر میں بچیوں کے سکولوں پر گیس پھینکا اور سینکڑوں بچیوں کو بے ہوش کر دیا۔ اس پر بس نہیں بلکہ ان کے سیکیورٹی اہلکاروں نے بچیوں کی ہسپتال منتقلی اور وہاں داخلے کے وقت کئی بچیوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بھی بنایا۔

اس طرح کے واقعات کے بارے میں خود اس علاقے کے لوگوں نے فون کر کے ہم سے شکایت کی اور ان کے مظالم بیان کیے۔ دشمن کے اس ظالمانہ اقدام کے بعد عوام کے سامنے پوری طرح واضح ہوگیا کہ اس قسم کے جرائم صرف اور صرف فسادی حکومت، سیکیورٹی اور جاسوسی اداروں کے اہلکار کر سکتے ہیں۔ اس لیے اس واقعے سے لوگوں میں حکومت کے خلاف جذبہ منافرت مزید بڑھ گیا ہے، اس اقدام کو دشمن مجاہدین کے خلاف ایک حربے کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا مگر وہ خود دشمن کے لیے رسوائی کا باعث بن گیا، اور اس سے لوگوں میں مزید اشتعال پھیل گیا ہے۔ اس واقعے کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ پورے ملک میں افغان مومن عوام مکار دشمن کی چالوں کی طرف متوجہ رہیں۔ دشمن اکثر یا تو ملکی لوگوں کے درمیان دھماکے کرتے ہیں یا تعلیمی اور دیگر ملکی اداروں کو تباہ کر دیتے ہیں اور یا بچیوں پر گیس پھینک کر انہیں بے ہوش کر دیتے ہیں۔ اور پھر ان سب کا نقصان میڈیا کے زور پر مجاہدین کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ اس طرح کے واقعات کے اصل محرکین کو پہچانیں اور مجاہدین سے تعاون کرتے ہوئے ان کو ان کے کیے کی سزا دیں۔

سوال: محترم حق جو صاحب! آپ کی معلومات انتہائی مفید اور دلچسپ ہیں مگر انتہائی افسوس ہے کہ ہمارے مجلے کے صفحات انتہائی محدود ہیں اس لیے چاہتا ہوں کہ اپنے سوالات کا سلسلہ مختصر کر دوں۔ آخر میں آپ مذکورہ بالا موضوعات کے بارے میں مزید کچھ اضافی معلومات دیں تو مہربانی ہوگی۔

جواب: شکریہ بھائی، خلاصہ کلام کے طور پر کہتا ہوں کہ الحمد للہ صوبہ سرپل عام لوگوں اور مجاہدین کی قربانیوں کی برکت سے اب یہ علاقہ ایک مضبوط مورچہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یہاں کے عوام مجاہدین سے انتہائی ہمدردی رکھتے ہیں، مجاہدین کو عوام کی حمایت کی بدولت ہر طرف سے رسد وتعاون ملتا رہتا ہے، عمومی طور پر جہادی حالات اب ماضی کے بہ نسبت بہت اچھے ہیں۔ مجاہدین کے نقصانات بہت کم ہیں، دشمن کو پے در پے انتہائی سخت نقصانات پہنچ رہے ہیں۔ ملکی سطح پر جاری ہمارے پروگرام بھی انتہائی کامیابی سے جاری ہیں۔ سرپل کے سارے ہی شہروں اور دیہاتوں میں عصری ودینی تعلیمی ادارے پوری طرح فعال ہیں۔ ہر ضلع کے مدارس کے لیے ہمارے پاس ادارت کا شعبہ ہے۔ یہاں تک کہ کوہستانات کے وہ دور دراز کے خودمختار علاقے جہاں اکثر حکومت کے اختیارات بھی نہیں چلتے۔ اسلامی امارت نے وہاں حال ہی میں تعلیمی ادارے فعال کر دیئے ہیں اور لوگوں کی دینی رہنمائی کا آغاز کر دیا ہے۔ خالص جہاد، صداقت، اخلاص، ایثار اور عام خیر خواہی کی برکت سے سرپل کے تمام لوگوں کے دل مجاہدین کے ساتھ لگے ہوئے ہیں انہوں نے پرانے سارے ہی تعلقات ختم کر دیے ہیں اور صرف مجاہدین کے لیے اب انہوں نے دیدہ ودل وا کیئے ہوئے ہیں۔ عوام کی اس حمایت کے بدلے اسلامی امارت اور سارے مجاہدین بھی عوام کی قدردانی کریں۔ بڑی سطح پر ایسے پروگراموں کا آغاز کیا جائے جو عوام کی خیر خواہی، سہولت، آرام اور مزید اعتماد کے بڑھنے کا ذریعہ بنے۔ اسی طرح بچوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جانی چاہیے۔

میری زندگی اسلام کے نام ہے

مولوی عبدالرحمن

مکہ ومدینہ کی سرزمین سنگلاخ پہاڑوں میں گھری ہوئی ہے۔ زمانہ جاہلیت کے مشرکین وہاں سے برآمد ہونے والے پتھروں کو تراش خراش کر صنم گری کے فعل بد کے مرتکب ہوتے تھے۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر اُن تراشے ہوئے بتان بے روح کو لات وعزیٰ کا نام دے کر ان کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکاتے اور یوں توحید کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کو ان بدبختوں کی یہ روشِ باطل بالکل نہیں بھاتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے محمد بن عبداللہ کو ''محمد رسول اللہ'' ﷺ بنا کر مبعوث فرمایا، تاکہ ان کفار کی حیاتِ مستعار سنور جائے۔ ان کی زندگی بے اماں کی ناؤ جہالت، گمراہی اور ضلالت کے بھنور سے نکل کر معبودِ حقیقی، اللہ معرفت کے ساحل کو چھو کر ہلاکت کے ناقابلِ تلافی نقصان سے بچ پائے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاران کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر ''لا الہ الا اللہ'' کی صدائے برحق بلند کی تو ابولہب کو آپ کی یہ ندائے توحید سننا بالکل گوارا نہ ہوا۔ اس بدفطرت نے اپنی ملعونیت کا ثبوت اس طور دیا کہ خدا کی خدائی کو قبول کر کے سرِ تسلیم خم ہونے کے بجائے انکار کر کے گردنِ نخوت اکڑائی اور ''منادیٔ توحید'' کی جانب اینٹ اچھال کر اعلان بغاوت کیا۔ دعوتِ اسلامی کے سامنے سرنگوں نہ ہونے کی ریت جب طول پکڑ گئی اور باشندگان مکہ نے حرم مکی کو آپ ﷺ پر تنگ کر دیا تو ''رحمۃ للعالمین'' نے رب ارض وسماء کی اجازتِ ہجرت کے باعث مدینہ منورہ کی جانب کوچ کر لیا۔ لیکن یہاں بھی سازشیوں نے اپنی سازشیں ،شرارتیوں نے اپنی شرارتیں بدستور جاری رکھیں اور سنگ تراشیدہ کی بے جان مورتیوں کو پوجنے والوں نے نورِ توحید کو اپنی بدبودار پھونکوں کے ذریعے بجھانے کی ناپاک جسارت کی تو 2ھ میں اللہ تعالیٰ نے ''اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا'' کا فرمان نازل فرما کر آپ ﷺ کو مقدس جہاد کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اللہ رب العزت کو حفاظتِ اسلام اتنی عزیز ہے کہ نبی ﷺ کو نبی الرحمۃ ہونے کے ساتھ ساتھ ''نبی الملاحم'' بھی بنا دیا۔ اگر آپ مصحف قرآنی کی ورق گردانی کریں تو معلوم ہوگا، جہاد سے متعلق 480 سے زائد آیات نازل فرما کر آپ ﷺ کو مجاہد فی سبیل اللہ بھی بنایا گیا تھا۔ بلکہ ساتھ ساتھ مومنین کو بھی قتال فی سبیل اللہ پر ابھارنے کے لیے ارشاد باری تعالیٰ بہ ایں الفاظ مذکور ہے: ''یاایھاالنبی حرض المومنین علی القتال''۔

قارئین! اس حکم مندرجہ بالا سے پہلے حالت یہ تھی مسلمانوں کو ہتھیار بندی کا حکم نہ ہونے کی وجہ سے دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیاں بڑھتی ہی جارہی تھیں۔ تیرہ سال مکہ کے اور ایک سال مدینے کا، محبت والفت، چاہت واپنائیت اور بہ خیال عزتِ نفس کے اندھیرے سے اجالے کی طرف لے جانے کا سفر مسلسل جاری رہا۔ لیکن کفار نے وعظ ونصیحت کے اس پاکیزہ ،پُر تاثیر، قابل تحسین اور لائق تقلید عمل کو بازیچہ اطفال بنا لیا تھا۔ ان کی جرأت یہاں تک بڑھ آئی تھی کہ اسلام کے شجر سایہ دار کو نذر آتش کرنے کے لیے بے تاب رہتے۔ ہر وقت طرح طرح کی تدبیریں زیر غور اور ناپاک منصوبے زیر عمل رہنے لگے۔ ان کی تلواریں میانوں سے باہر جھانکنے لگی تھیں۔ یہ ایسا ظلم تھا، جو مجوزہ حدِ قضاء وقدر سے بڑھنے لگا تھا۔

قانونِ قدرت ہے، ظلم بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ اس کی نابودیت کے کئی طریقے ہیں۔ یہ کبھی مظلوم کی آہوں کے عرش معلیٰ سے ٹکرانے پر ردِ عمل کی وجہ سے نیست ونابود ہوتا ہے۔ کبھی بے گناہ مقتول کے لہو کے رنگ لانے سے۔ کبھی انقلاب سے اور کبھی تخریب سے لیکن یہاں اللہ نے اس کو فنا کرانے کا ایک انوکھا ڈھنگ اہل حق وایمان کو عطا فرمایا۔ حکم آیا: ''فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان''۔ کیوں کہ اب بہت ہوگیا ہے۔ بہت برداشت کر لیا ہے۔ اب اہل اسلام کے لیے پتھر کھا کر مسکرا دینے اور گالیاں سُن کر دعا دینے کا وقت نہیں رہا،، بلکہ ابولہب کی اُچھالی ہوئی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا زمانہ آچکا

ہے۔بغاوت کا کچلنا انتہائی ناگزیر ہوگیا ہے۔یوں بھی اللہ کو چراغ اسلام کی حفاظت محبوب تھی۔اسی لیے نبی کو تلوار نیام سے نکالنے کے لیے فرمایا:"یا ایھاالنبی جاھد الکفار و المنا فقین وا غلظ علیھم "اس حکم اور اجازت کا کیا سننا تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو لیلائے شہادت کے پانے کے لیے مچلنے لگے۔بار بار یہ رزمیہ شعر پڑھ کر اپنے گرم جذبات اور کفار سے بھرپور انتقام لینے کی تمنا کا اظہار یوں کرتے۔

نحن الذین بایعوا محمّدا

علی الجہاد مابقینا ابدا

آپ ملاحظہ فرمائیں! یہ وہی جہاد مقدس ہے، جس سے اعلائے کلمۃ اللہ اور پھر بقائے دین خدا کا اہم ترین کام لیا جاتا ہے۔یہی آپ ﷺ کی سیرت بے مثال کا ایک اہم اور لازمی جزو ہے۔یہ ایک فریضہ قرآنی ہے، جو "کتب علیکم القتال' کے دل نشین اور پُر تاثیر الفاظ کے روپ میں لاگو ہوا۔ایک مسلمان کو اس بات میں غور وفکر کرنا چاہیے کہ اسی کی ادائیگی کے لیے آپ علیہ السلام کبھی بدر کے محاذ میں نظر آتے ہیں اور کبھی احد کے مقتل میں، کبھی جنگ خندق وحنین آپ کے جہادی ہونے پر شہادت دیتی ہیں اور کبھی میدانِ خیبر وتبوک آپ کے دل آویز مجاہدانہ کردار کے پُر سرور نغمے گاتے دکھائی دیتے ہیں۔آپ کو اللہ کا لاڈلا رسول ہونے کی وجہ سے جہاد سے اتنی رغبت تھی جنت کو تلواروں کے سائے تلے قرار دے دیا۔"الجنۃ تحت ظلال السیوف"۔اور لیلائے شہادت سے وصال کا عروج عشق وأنس ملاحظہ فرمائیں! پکار اٹھے:"لو دت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم اُحی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل"۔

آپ ﷺ نے اپنی ساری مدنی زندگی با بندگی جہاد کے نام پر وقف کر دی تھی۔اسی لیے دس سالہ قیام مدینہ میں اسلام وکفر کی کش مکش سے پیش آنے والے ستائیس غزوات بہ نام جہاد فی سبیل اللہ لڑے۔اور آخری وقت میں جیش اسامہ کی فکر ستائے دے رہی تھی۔حد یہ کہ وفات حیرت آیات کے وقت آپ کا سامانِ درومتاع جنگ ایک سفید خچر، کچھ زمین (جو اپنی زندگی ہی میں رفاہ عامہ کے لیے وقف کردی تھی) اور تیرہ تلواریں، گیارہ کمانیں، چھ زرہیں، چھ گھوڑے، دو نیزے، دو تیر، اور ایک سیاہ رنگ کا عقاب نامی جھنڈا تھا۔

لیکن رنج وملال کے گنگھور بادل تو اس وقت میرے دل و دماغ پر برسنے لگتے ہیں، جب ایک طرف اپنے نبی کی سیرت کو دیکھ کر دوسری طرف اُن کے امتی کی زندگی بے بندگی کو ملاحظہ کرتا ہوں۔اور پھر مجھے اس سوال کا کوئی بھی رُوح افزا جواب دینے کے بجائے بے حسی کا جواب عملی طور پر دیا جاتا ہے۔آخر آج کا یہ امتی جہاد سے اس حد تک کیوں غافل ہوچکا ہے کہ ہتھیار بیچ کر مصلے بھی نہیں سامانِ تعیش خرید رہا ہے۔حالاں کہ عزتیں لُٹ رہی ہیں اور وہ دُعا میں بھی نہیں، بلکہ خواب خرگوش میں مشغول ہے۔اسی لیے تو ذلت ہم پر مسلط کردی گئی ہے۔

یہی وہ اصل موڑ ہے جس کی طرف میں آپ کو لے آنا چاہتا تھا۔میرے مقدس وطن افغانستان کے نشیب وفراز میں بسنے والے اللہ کے غازی پراسرار بندوں نے خدا کے عطا کردہ ذوق خدائی کی بنیاد پر صحرا اور دریا کو اپنی ٹھوکر سے دونیم کردیا ہے۔اور پہاڑں کی چٹانوں پر بسیرا کرنے والے محمد ﷺ کے شاہینوں کی ہیبت سے پہاڑ رائی ہوچکے ہیں۔یہ محسنین عالم اسلام طالبان ہی ہیں، جنہوں نے مسلمانوں پر برسنے والی ذلت اور اور مسکنت کے طوفانوں کا رخ کافروں کی طرف موڑ دیا ہے۔کاش! مسلمان ممالک اگران جانباز، دلیروں اور جری سپاہیوں کے حلیف بن کر حمایت کی بوندیں نہیں دے سکتے تو کم از کم حریف بن کر مخالفت کی طوفانی بارشیں تو ان پر نہ برسائیں۔

اے امت مسلمہ کے نوجوانو! آپ کے ہاتھوں میں گیند بلے کی جگہ گولی بندوق کب نظر آئے گی؟ اور آپ کب اس کے سر بکف اور سر بلند مجاہدین اسلام طالبان کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہوکر امریکا کا غرور افغانستان کی مٹی میں خاک کریں گے؟۔کاش کوئی تو اٹھے جو یہ کہتا ہوا طالبان کے دوش بہ دوش چل پڑے۔اور ان کے قدم بہ قدم چلتے ہوئے یہ آواز بلند کرے۔

"ہر سو صدائے عام ہے، میری زندگی اسلام کے نام ہے"۔

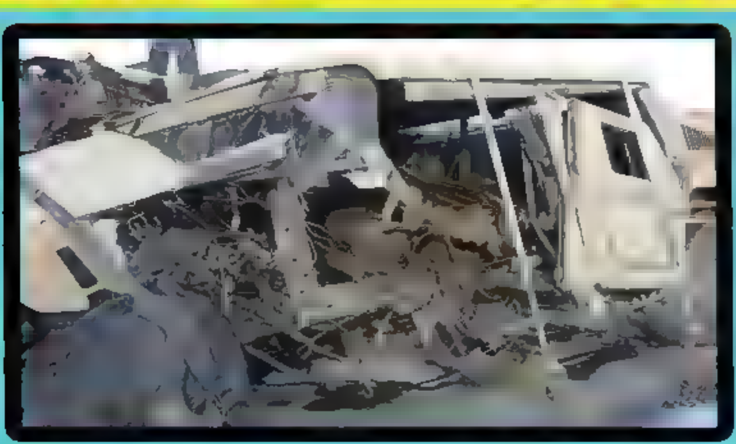
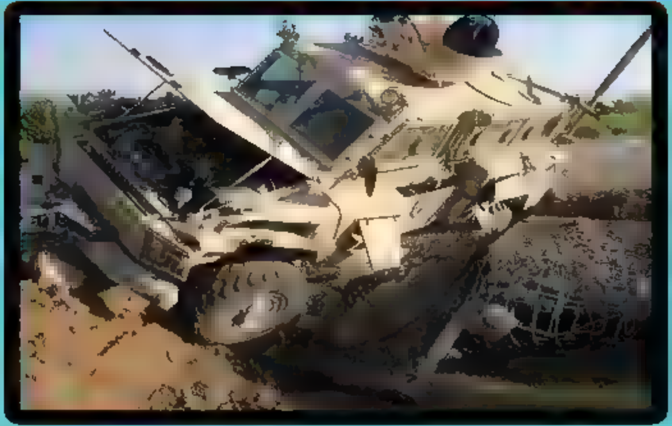

مسعود جانباز

طالبان کا بم

طالبان کا بم وہ خوف ناک موت آور شے ہے، جس نے امریکا اور اتحادی افواج کی زندگیوں کا چین وسکون چھین رکھا ہے۔اس بم نے افغانستان کے گلی کوچوں سے لے کر رستوں اور سڑکوں تک، ہر راہ گزر کو غاصبوں کے لیے موت کی گھاٹ بنادیا ہے۔ان راہوں پر موت چُھپا کر بٹھا دی گئی ہے۔اس زندگی خور موت کا تر نوالہ اور لقمہ ہر امریکی، اتحادی، یا ہر اس دین یا وطن دشمن انسان نما کی فاسد روح ہے، جو افغانیوں کے ایمان، ملت اور قوم وملک کو زندہ سلامت یا کم از کم صحیح سالم نہیں رہنے دینا چاہتا۔

اگر عالمی دہشت گرد امریکا کی سوچ یہ تھی کہ وہ ہر اس باصلاحیت اور کارگر افغانی کو منظرِ عام سے ہٹا کر قوم کو ترقی کی راہ پر گام زن نہیں ہونے دے گا، تو امریکا اپنی اس سوچ میں ناکام ہو چکا ہے۔کیوں کہ اگر اللہ کے دین کا دشمن اپنی چالاکیوں اور فریب کاریوں کے جال پھیلائے بیٹھا ہے، تو اللہ بھی اپنی تدبیریں کر رہا ہے۔اور اس بات میں کسی صاحبِ ایمان کو بھلا کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ اللہ کی تدبیر کے سامنے کسی حیلہ ساز کی سازش پیدا ہو کر پرورش نہیں پا سکتی۔بہرحال! اگر ہمارے نوجوان ولایتی ٹیکنالوجی (اگرچہ وہ بھی تو ہمارے اُندلسی آباء واجداد کی میراثِ گم گشتہ ہی ہے۔) سے استفادہ نہ کر سکے یا انہیں کرنے نہیں دیا گیا، تو خیر! دیسی ٹیکنا لوجی تو ہمارے گھر ہی کی لونڈی ہے۔انہوں نے اسے بروئے کار لاتے ہوئے جانوروں کے گوبر، کھاد، پیٹرول، گندھک اور دوسرے دھماکہ خیز اور آتش گیر مادے استعمال کر کے دیسی اور دستی بم بنانا شروع کر رکھے ہیں۔طالبان یہ بم دشمن کے راستے میں دفنا دیتے ہیں۔طالبان کی ان جان اور مال لیوا بارودی سرنگوں نے دشمن کو تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے۔وہ پریشان اور غمگین ہے کہ اس مصیبت سے کیسے جان چھڑائی جائے؟ انہوں نے اس حوالے سے جتنی بھی کاری گریاں کی ہیں، سب کی سب ناکام رہی ہیں۔جدید آلات سے لیس فوجی انسان، سونگھنے کی صلاحیت سے متصف کھوجی کتے اور ہر قسم کی اینٹی مائن ٹیکنالوجی ناکارہ ثابت ہو رہی ہے۔اس حوالے سے دلچسپ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب نیٹو کا کوئی ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں والا گشتی قافلہ کسی راستے سے گزرتا ہے، تو اس سے آگے اور دائیں بائیں تین چار فوجی اس کوشش میں چل رہے ہوتے ہیں کہ زمین میں چھپا کوئی بم تلاش کر کے اسکو ناکارہ بنادیں۔پھر اگر ان کو کوئی بارودی سرنگ مل ہی جائے تو وہ اس بم ڈسپوزل اسکواڈ پر ہی پھٹ جاتی ہے۔اور یوں موت کو ناکام بنانے والا موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

کتنے مزے کی بات ہے کہ طالبان کے یہ انتہائی سستے اور کم لاگت والے بم امریکا اور نیٹو کا کروڑوں اور لاکھوں ڈالر کا نقصان کر دیتے ہیں۔پہلے تو امریکا اور اتحادیوں کے ٹینک کچھ ہلکے ہوتے تھے، تو مجاہدین کے بم بھی چھوٹے ہوتے تھے۔لیکن ابھی انہوں نے کافی وزنی اور بڑے بڑے ٹینک افغانستان کی سرزمین پر اتارے ہیں تو مجاہدین نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے زیادہ مقدار میں بارود استعمال کر کے بھاری بھرکم اور انتہائی زیادہ زودِ اثر بم بنانا شروع کر دیے ہیں۔جب بھی امریکا ایک نوع کی اینٹی مائن استعمال کرتا ہے، تو طالبان اس کا بھی توڑ کر ڈالتے ہیں۔اور اس طرح وہ ہر دفعہ افغان سرزمین پر نئی سے نئی ٹیکنالوجی کے تجربے کرتا رہتا ہے۔لیکن افغانوں کے دیسی ساختہ بموں کے سامنے ان کی ایک نہیں چلتی۔طالبان کے اکثر بم ریموٹ

کنٹرول ہوتے ہیں اور مقناطیسی بم کم استعمال ہوتے ہیں۔امریکا اس بات کا اعتراف کر چکا ہے کہ افغانستان میں ہمیں 80 فیصد نقصان بارودی سرنگوں کے ذریعے ہوتا ہے۔اور وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ ہر دفعہ نئی سے نئی ٹیکنالوجی کی تباہی اس بات پر دلیل ہے کہ طالبان نئے سے نئے طریقے کے بم بنانا جانتے ہیں۔جنہوں نے ہمارا زمین پر چلنا محال بنا دیا ہے۔اب امریکا کی اندرونی افغانستان سپلائی اور رسد کی منتقلی کے لیے ہوائی ذرائع کا استعمال بڑھ گیا ہے۔اور زمینی راستوں پر انحصار کم ہو گیا ہے۔البتہ اگر کبھی مجبوراً زمینی راستے زیرِ استعمال لانا پڑیں یا پھر افغان اور نیٹو فوجیوں کو مشترکہ گشت کے لیے نکلنا ہو تو اس وقت صورت حال دلچسپ بن جاتی ہے۔اس وقت نیٹو فوجی افغان فوجیوں کو کہتے ہیں کہ تم آگے آگے چلو اور افغان فوجی کہتے ہیں کہ تم آگے بڑھو۔تمہارے پاس بم چیک کرنے والی مشینیں ہیں۔جھگڑے کا یہ منظر انتہائی مزے دار ہوتا ہے۔دونوں موت کے خوف سے ایک دوسرے کو موت کے منہ میں جانے کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔امریکا نے افغانستان میں ایسے دیو ہیکل ٹینک بھی لائے تھے، جو بم ڈھونڈ کر اسے ناکارہ بناتے تھے۔لیکن وہ تمام کے تمام طالبانی بموں سے ناکارہ ہو کر سرِ راہ پڑے اپنی بے بسی کی کہانی سنا رہے ہیں۔

جب امریکا کے تمام تجربات ناکام ہو گئے تو وہ ایسے بڑے بڑے ٹینک لائے جن کے بارے میں ان کا دعویٰ تھا کہ یہ بم کی زد میں آ بھی جائیں تو یہ تباہ نہیں ہوں گے۔ان کا وزن 60 ٹن تھا۔اس وقت امریکا نے میڈیا پر بڑا شور مچایا تھا کہ ہم 20 ایسے ٹینک لائے ہیں، جن پر طالبان کا کسی قسم کا بم اثر نہیں کرے گا، لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شد۔اب ان میں سے ایک بھی صحیح سالم نہیں ملے گا۔کوئی مکمل تباہ ہوا پڑا ہے اور کسی کے اُڑے ہوئے پرخچے چراغِ رُخِ زیبا لے کر ڈھونڈیں، تب بھی نہ ملیں گے۔امریکی کئی سال سے طالبان کے دیسی ساختہ بموں پر ریسرچ کر رہے ہیں کہ ان میں ایسی کون سی خصوصیت ہے یہ ہماری ٹیکنالوجی کے ہتھے نہیں چڑھتے۔ان بارودی سرنگوں کی وجہ سے امریکا کو کتنی مشکلات کا سامنا ہے، اس حوالے سے حال ہی میں ایک برطانوی جریدے نے رپورٹ شائع کی ہے۔اس میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اب امریکا کا افغانستان کی سڑکوں پر آزادانہ چلنا پھرنا محال ہو گیا ہے۔وہ سپلائی وغیرہ جیسے اکثر کام ہوائی راستے سے انجام دے رہا ہے۔جس کی وجہ سے امریکا کا جنگی خرچہ پہلے سے دُگنا ہو گیا ہے۔اس لیے امریکا ''جیتی'' ہوئی بازی ہارتا جا رہا ہے۔اس صدمے کو برداشت نہ کرتے ہوئے امریکی سینیٹر رابرٹ کیسی نے پاکستان پر الزام لگایا ہے کہ پاکستان ایک تو نیٹو اسلحہ افغانستان اسمگل ہونے میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے اور دوسرا دیسی ساختہ بموں کے مسئلے پر کام کرنے والے ''اہل کاروں'' کو ویزے بھی جاری نہیں کر رہا۔رابرٹ کیسی کی جلن اس حد تک بڑھ آئی ہے کہ وہ اب پاکستان کے احتساب کی ضرورت پر زور دے رہا ہے۔افغانستان پر حملے کے وقت بھی تو یہی کہا گیا تھا کہ امریکا فضاء کے بجائے زمین پر آ کر لڑے تو اس کی اوقات یاد دلا دی جائے گی۔اب یہ وہی وقت ہے۔دنیا اس حقیقت کو جان گئی ہے کہ زمین پر طالبان سے لڑنا اور پھر جیت جانا، یہ اتنا ہی مشکل ہے جتنا سوئے ہوئے شیر کو ٹھوکر سے جگا کر سلانا۔

بارودی سرنگوں کے حوالے سے ایک دلچسپ، مزیدار اور پُرلطف واقعہ بھی سُن لیں! کچھ عرصہ پہلے جب طالبان کسی مقام کو فتح کر لیتے تھے، تو وہاں ''امارت اسلامی افغانستان'' کا جھنڈا گاڑ دیتے تھے۔اگر امریکیوں کا وہاں سے گزر ہوتا تو اسے اکھیڑ دیتے اور مٹی میں روندتے تھے۔طالبان نے امریکا کی اس حرکت کا بدلہ چکانے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب بھی فتح کے بعد کسی جگہ اپنا جھنڈا گاڑتے تو اس کی بنیاد میں ایک بارودی سرنگ بھی بچھا دیا کرتے..............

بقیہ صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ فرمالیں۔

تحفہ رمضان

محمد نجیب قاسمی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن.

رمضان کیا ہے؟

رمضان کا مہینۂ قمری مہینوں میں نواں مہینہ ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رمضان رمض سے مشتق ہے، اور رمض کے لغوی معنی جلا دینے کے ہیں۔ چونکہ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک وصاف کردیتا ہے، اس لئے اس کا نام رمضان ہوا۔

صوم [روزہ] کے لفظی معنی امساک یعنی رکنے اور بچنے کے ہیں، اور اصطلاحِ شرع میں "طلوع صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے اور بیوی سے مباشرت کرنے سے رکنے کا نام صوم ہے"۔اور نیت اصل میں دل کے ارادہ کا نام ہے، لہذا زبان سے روزہ کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ کرلیں تو بہتر ہے۔

رمضان اور روزہ :

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشادفرمایا ہے: یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن . اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ)متقی بن جاؤ۔ (سورۃ البقرہ ۱۸۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کی فرضیت کا حکم مسلمانوں کو ایک مثال سے دیا ہے کہ روزہ کی فرضیت صرف تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ پچھلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا، اس سے روزہ کی خاص اہمیت معلوم ہوئی۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ میں اشارہ ہے کہ تقوی کی قوت حاصل کرنے میں روزہ کا بڑا اثر ہے کیونکہ روزہ سے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ایک ملکہ پیدا ہوتا ہے، وہی تقوی کی بنیاد ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان کے ہر (نیک) عمل کا بدلہ ۱۰ گنا سے لے کر ۷۰۰ گنا تک دیا جاتا ہے، لیکن روزہ کا بدلہ میں خود ہی عطا کروں گا کیونکہ وہ میرے لئے ہے۔ دوسری روایت کے مطابق میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ انسان کھانے پینے اور جنسی شہوت سے صرف میری وجہ سے رکا رہتا ہے۔

روزہ دار کو دوخوشیاں ملتی ہیں، ایک (وقتی) افطار کے وقت اور دوسری (دائمی) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت۔ (بخاری ومسلم)

غرضیکہ اس حدیث قدسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ روزہ کا بدلہ خود ہی عطا فرمائے گا، اور اتنا بدلہ دے گا کہ اس کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

رمضان کی اہمیت اور اس کی فضیلت:

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان شریف کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں:

(۱) روزہ دار کے منہ کی بو (جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲) ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعائے مغفرت کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

(۳) جنت ہر روز ان کے لئے سجائی جاتی ہے۔

(۴) اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا یہ شب مغفرت شب قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (مسند احمد، بزاز، بیہقی، ابن حبان)

☆ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کی ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بزاز، الترغیب والترہیب)

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی اور تیسرے مظلوم کی۔ (مسند احمد، ترمذی، صحیح ابن حبان)

☆ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اسکو جنت میں داخل نہ کرائیں، میں نے کہا آمین۔ (بخاری، صحیح ابن حبان، مسند حاکم، ترمذی، بیہقی۔

رمضان اور قرآن کریم :

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا، حضور اکرم ﷺ کا رمضان شریف میں تلاوت قرآن کا شغل نسبتاً زیادہ رکھنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رمضان شریف میں نبی اکرم ﷺ کو قرآن کریم کا دور کرانا، تراویح میں ختم قرآن کا مسنون ہونا، صحابہ کرام اور بزرگان دین کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا، یہ سب امور اس خصوصیت کو بتلاتے ہیں۔ لہذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوت قرآن میں مشغول رہنا چاہئے۔

تلاوت قرآن پاک کے ساتھ قرآن کریم کو علماء کرام کی صحبت میں رہ کر سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے خواہ روزانہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے واقفیت کے بعد اس پر عمل کرنا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا ہمارے لئے آسان ہو۔

رمضان اور تراویح:

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان (کی راتوں) میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

نوٹ: تراویح کی تعداد رکعات بیس ہے اگر چہ بعض لوگ ۸ رکعت کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ حرمین (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے سے آج تک یعنی ۱۴۰۰ سال سے ۲۰ رکعت تراویح سے کم نہیں پڑھی گئیں، جیسا کہ مدینہ منورہ کے سابق قاضی اور مسجد نبوی کے مدرس شیخ عطیہ محمد سالمؒ نے اپنی کتاب ﴿التراویح اکثر من الف عام فی المسجد النبوی﴾

میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔۔ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ متفق ہے کہ رمضان کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے، لہذا ۲۰رکعت ہی کا اہتمام کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

سحری:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خودحق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں ۔(طبرانی، صحیح ابن حبان) متعدد احادیث میں رات کے آخری وقت میں سحری کھانے کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ایک دو لقمے کھانے سے بھی سحری کی فضیلت حاصل ہوجائے گی،ان شاءاللہ۔

افطار کے لئے کھجور یا پانی بہتر ہے :

☆ حضرت سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا روزہ ہوتو وہ کھجور سے روزہ افطار کرے، کیونکہ اسمیں برکت ہے۔اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی ہی سے افطار کرے، اس لئے کہ پانی نہایت پاکیزہ چیز ہے۔(ترمذی، ابن ماجہ)

☆ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مغرب کی نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے،اگر تر کھجوریں بروقت موجود نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر خشک کھجور بھی نہ ہوتی تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔ (ابوداؤد)

روزہ افطار کرانے کا ثواب :

☆ حضرت زید بن خالد الجہنی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اُس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ (ترمذی، ابن ماجہ،صحیح ابن حبان، مسند احمد)

☆ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا ۔۔۔ اور اسمیں یہ بھی فرمایا: جس شخص نے اس رمضان المبارک کے مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے روزہ) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا۔اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا،بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا صرف پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرادے۔۔۔۔۔ (بیہقی۔شعب الایمان)

رمضان اور شب قدر:

رمضان کی راتوں میں ایک رات' شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی خیر اور برکت کی رات ہے۔جس میں عبادت کرنے کو قرآن کریم (سورۃ القدر) میں ہزار مہینوں سے افضل بتلایا گیا ہے۔ہزار مہینے کے ۸۳ برس اور ۴ ماہ ہوتے ہیں۔گویا اس رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے بہتر ہے۔سورۃ القدر کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے:

بے شک ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اتارا ہے یعنی قرآن شریف کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اِس رات میں اتارا ہے۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے،کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر کی عبادت کا ہے،اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔اس رات میں فرشتے اترتے ہیں۔اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ اور یہ خیر وبرکت فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

وضاحت: اختلافِ مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف راتوں میں ہوتو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے

اعتبار سے جو رات شب قدر قرار پائے گی اُس جگہ اُسی رات میں شب قدر کی برکات حاصل ہوں گی ان شاء اللہ۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم) ۔کھڑے ہونے کا مطلب: نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا ہے۔ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عمل کیا جائے۔

☆ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا، اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ (بخاری) (مذکورہ حدیث کے مطابق' شب قدر کی تلاش ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں راتوں میں کرنا چاہئے)۔

☆ حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: پڑھو: اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (اے اللہ! تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھے بھی۔ (مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

رمضان اور اعتکاف:

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر محلّہ کی مسجد میں ایک دو آدمی اعتکاف کرلیں تو پورے محلّہ کی طرف سے ذمہ داری ادا ہو جائے گی۔ آخری عشرہ کے اعتکاف کے لئے بیس رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے مسجد میں داخل ہونا ضروری ہے۔ اعتکاف کا اصل مقصد شب قدر کی عبادت کو حاصل کرنا ہے، جسکی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ حضور اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال پورے ماہ رمضان کا اعتکاف فرمایا، جبکہ آخری رمضان میں آپ ﷺ نے ۲۰ روز کا اعتکاف فرمایا۔

رمضان کا اہتمام نہ کرنے والوں کے لئے:

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (شرعی) اجازت اور مرض کی (مجبوری) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا، (اگر وہ ساری) عمر (بھی) روزے رکھے تب بھی اس کی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔ (ابن ماجہ، نسائی)

اِس مبارک ماہ میں مندرجہ ذیل اعمال کا خاص اہتمام کرنا چاہئے:

☆ فرض نمازوں کا اہتمام۔

☆ دن میں روزہ رکھنا۔

☆ نمازِ تراویح کی ادائیگی۔

☆ قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام۔

☆ اگر مال میں زکوٰۃ واجب ہے تو اس کا حساب لگا کر زکوٰۃ کی ادائیگی، کیونکہ رمضان میں ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔

☆ حسبِ سہولت عمرہ کی ادائیگی، کیونکہ رمضان میں عمرہ کی ادائیگی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے (حدیث)۔

☆ سنت اور نفل نمازوں کی پابندی۔

☆ نمازِ تہجد کی ادائیگی، خاص کر آخری عشرہ میں۔

☆ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف، اگر سہولت سے ممکن ہو۔

☆ دعاؤں کا اہتمام۔

☆ اللہ کا ذکر، اور دیگر نیک اعمال کی ادائیگی۔

☆ دوسروں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دینا۔

☆ گناہوں سے بچنا، اور دوسروں کو بھی حکمت کے ساتھ منع کرنا۔

☆ رمضان کے آخر یا عید الفطر کی صبح کو صدقۂ فطر کی ادائیگی۔

روزہ سے متعلق چند اہم مسائل:

☆ حیض اُس خون کا نام ہے جو عورت کو عموماً ہر ماہ کم از کم ۳ دن، اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ دن تک آتا ہے۔

☆ نفاس اُس خون کا نام ہے جو عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد زیادہ سے زیادہ ۴۰ دن تک آتا ہے۔

☆ اِن دونوں حالتوں میں عورت روزہ نہیں رکھ سکتی ہے۔ بلکہ اُس کو رمضان کے بعد اِن دونوں حالتوں میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرنی ہوگی۔ روزہ کا فدیہ دینا کافی نہیں ہوگا۔

☆ نماز اور روزہ میں تھوڑا فرق ہے کہ اِن دونوں حالتوں میں عورتوں کے لئے نماز بالکل ہی معاف ہے، یعنی نماز کی کوئی قضا بھی نہیں ہے۔ لیکن رمضان کے روزہ کی بعد میں قضا ہے۔

☆ اِن دونوں حالتوں میں عورت قرآن کی تلاوت بھی نہیں کر سکتی ہے، البتہ اللہ کا ذکر کر سکتی ہے۔

☆ حیض ونفاس کا خون شروع ہوجانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، یعنی روزہ رکھنے کے بعد اگر کسی عورت کو ماہواری آجائے تو اُس کا روزہ فاسد ہوجائے گا مگر عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ شام تک روزہ دار کی طرح کھانے پینے سے رکی رہے۔

☆ اگر کوئی عورت دن میں کسی وقت حیض ونفاس سے پاک ہوجائے تو اس کے لئے بھی مستحب یہی ہے کہ شام تک کھانے پینے سے پرہیز کرے۔ البتہ غسل سے فارغ ہوجائے تاکہ اگلے دن سے روزہ شروع کرے۔

☆ حیض ونفاس والی عورت اگر رمضان میں سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے پاک ہوگئی تو اُس پر روزہ رکھنا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد ہی غسل کرے۔

☆ بعض خواتین رمضان میں عارضی طور پر ماہواری روکنے والی دوا استعمال کرلیتی ہیں تاکہ رمضان میں روزے رکھتی رہیں، بعد میں قضا کی دشواری نہ آئے، تو شرعی اعتبار سے ایسی دوائیں استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

☆ نفاس کا خون اگر ۴۰ دن سے کم مثلاً ۲۰ یا ۳۰ دن میں بند ہوجائے، تو عورت کو چاہئے کہ غسل کرکے نماز اور روزہ شروع کردے۔ ۴۰ دن کا انتظار کرنا غلط ہے۔ البتہ اگر کمزوری بہت زیادہ ہے تو روزہ نہ رکھے۔

☆ روزہ کی حالت میں عورت کے لبوں پر سرخی لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ لیکن اگر منہ کے اندر پہنچنے کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔

☆ بیوی کے ساتھ بوس وکنار کرنے میں صرف چند قطرے رطوبت (مذی) نکل جائیں تو اُس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی، لیکن بہتر یہی ہے کہ روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار ہونے سے بچیں۔

☆ روزہ میں بیوی سے باقاعدہ ہم بستری نہیں کی ہے بلکہ صرف بوس وکنار ہونے یا ساتھ لیٹنے کی وجہ سے انزال ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کے ساتھ ایک روزہ کی قضاء کرنی ہوگی۔ (یاد رہے کہ رمضان کے ایک روزہ کی فضیلت پورے سال روزہ رکھ کر بھی حاصل نہیں کی جاسکتی ہے)۔

☆ اگر رمضان کے روزے کی حالت میں قصداً باقاعدہ صحبت کرلی ہے تو دونوں میاں بیوی پر ایک ایک روزہ کی قضا کے ساتھ ہر ایک کو مسلسل ۶۰ دن کے روزے رکھنے ہوں گے، روزہ کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں ہر ایک کو ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔

☆ حمل کی وجہ سے اگر روزہ رکھنا دشوار ہے تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، لیکن رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنی ہوگی۔ روزوں کا فدیہ دینا کافی نہیں ہوگا۔

☆ اگر کسی عورت یا مرد کے ذمہ غسل کرنا واجب ہے اور سحری کا وقت ختم ہوگیا، تو کوئی حرج نہیں۔ سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد بھی غسل کیا جاسکتا ہے۔ اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆ روزہ کی حالت میں سوتے ہوئے اگر احتلام ہوجائے تو روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی، روزہ بدستور باقی رہتا ہے، البتہ غسل کرنا واجب ہے۔

☆ ایسا مریض جس کو روزہ رکھنے سے ناقابل برداشت تکلیف پہنچے، یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو یا وہ شرعی مسافر ہے تو اس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر اس کو اپنے چھوٹے ہوئے روزوں کی دوسرے دنوں میں قضا کرنا ضروری ہے، خواہ مسلسل کرے یا متفرق طور پر۔

☆ جو لوگ کسی وجہ سے روزہ رکھنے سے معذور ہوں، اُن کے لئے بھی ضروری ہے کہ رمضان المبارک میں کھلم کھلا کھانے پینے سے بچیں، اور بظاہر روزہ داروں کی طرح رہیں۔

☆ جن لوگوں پر روزہ فرض ہے، پھر کسی وجہ سے ان کا روزہ فاسد ہوجائے تو اُن پر واجب ہے کہ دن کے باقی حصے میں روزہ داروں کی طرح رہیں۔ اور کھانے پینے اور جنسی افعال سے پرہیز کریں۔

☆ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

☆ خود بخود بلاقصد قے ہوجانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

☆......☆......☆

بقیہ از ....تین صدیاں، تین جنگیں

دنیا والے ہمارے شانہ بہ شانہ ہیں۔ انہوں نے ہمارے ساتھ تمہاری بربادی تک جنگ جاری رکھنے کا عہد و پیمان باندھ لیا ہے۔ اس لیے تمہاری بہتری اور بھلائی اسی میں ہے قندھار ہمارے حوالے کر دو! ورنہ تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں"۔ فرزند قندھار نے خود کو آسمانی و زمینی خدا کا خلیفہ گردانتے ہوئے مسلمانی لہجے میں فکر انگیز جواب دیا: "اللہ تعالیٰ نے سرزمین افغانستان کو ارض ہستی کے اجلے دامن پر وجود ہی اس لیے دیا ہے کہ یہاں کی خاک میں زمین کے جھوٹے خداؤں کو دفن کر کے خاک کر دیا جائے۔ اس لیے میرے افغانستان کی زمین تم زمینی خداؤں کی قبروں کے لیے بہت وسیع ہے"۔

2001ء سے تاحال عرصہ دس سال سے بے نام جنگ لڑنے والے انکل سام کی جب خوب پٹائی ہوچکی ہے تو اس کو کل کے بوڑھے روس کے وعظ و پند یاد آنے لگے ہیں۔ وہ آج چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے: "میں ٹیکنالوجی سے عاری افغانیوں کے ہاتھوں تاریخ کا سبق سیکھ چکا ہوں۔ لہٰذا مجھے اس خوفناک قبر میں دفن ہونے ہوکر نیست و نابود ہونے سے بچاؤ"۔ یہ اکیسویں صدی کی جنگ افغانستان ہے۔

یہ تین صدیوں کی تین جنگیں ہیں۔ تینوں میں فتح نے افغانی مسلمانوں کے قدم چوم کر عزت دی۔ اور تینوں میں شکست نے بالترتیب یورپ کے برطانیہ، ایشیاء کے روس اور امریکا کی یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکا کے غیر مسلموں کی ناک کاٹ کر ذلت سے دوچار کیا۔

☆......☆......☆

ہو ہی جاتے ہیں سب

ڈاکٹر
انور شاہ آزاد

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یوں تو ہر عقل سمجھ سکے گی کہ اس رواں ہچکی بھرے حالات میں کس کے پلٹنوں کے پلڑے بھاری ہیں "لیکن پھر بھی اپنی کرتوتوں کا خمیازہ اسکو بھگتنا پڑتا ہے جسکے پاس وہ سب کچھ لدا ہوا پڑا ہے کہ دجالی صنعت کی مشینوں میں اس کی تصویر آسکتی ہے" جس کے پاس ہتھیاروں کے ڈھیر، ہتھیاروں کی دوڑ، اور ہتھیاروں کی کھیپ پڑی ہے، اور اسکی ریل پیل میں بھی اسے ذرا سا، خواہ جیسی بھی ہو، رتی بھر ٹھکنا کھچاوٹ ہونے کے برابر ہے

اللہ عزّ وجل کی کاملہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ خرابکاری کی تھیوری رکھنے والے کو ایسے پچھلے پاؤں ہٹا کر تہس نہس کر دیتا ہے کہ واپس آجانے کیلئے اس کے کان میں جھنکار تک نہ آجائے، ہمیں خوب یاد ہے کہ سویت یونین کے بھونڈے بھی آمریکن اجڈوں سے ظلم وستم ظریفی میں کم نہیں تھے، نہ ان کے پاس تھامنے کیلئے کوئی حد تھی، نہ انکی تلچھٹ کمیونسٹ کٹھ پتلی،،،،،، جیسے آج کے برائے نام اپنے آپ کو افغان کہنے والے C.I.A کے ڈالرز چومنے کے دیوانے ،،،،، یہ جرات رکھتے تھے کہ اپنے باداروں کے سامنے سانس لے سکے، تاکہ انکے بلیک میل ہونے کی بند مٹھی نہ کھل جائے.....آٹھ پہرا اگرچہ بے بس افغان قوم بے تحاشا وحشی درندوں، اور بھڑ بونجے حکمرانوں کی چکی میں گوندھی جا رہی ہے، لیکن دوسری طرف افغان جنگ کو آنکھ مچولی سمجھنے والے آڑے ہاتھوں نکلنے کیلئے جھجکتے اور تڑپتے ہیں،،،،، افغان مجاہدین کی جہادی اٹھان آڑی نہ ہو،،،،، انکا اخلاص شیطان کی آڑ میں نہ آجاوے،،،، تو آنکھوں سے دیکھیں گے کہ سپر پاور پھر ننگی تلواروں کی زد میں کیسے خجالت کے ساتھ آخری سانس دینے کا غبارہ توڑ دیتا ہے،،،،،،،، راہروانان حق پھر آواز بلند کہتے رہیں گے کہ:

ہو ہی جاتے ہیں سب اس شعبدہ پرواز کے ساتھ "

وماذالک علی اللہ بعزیز۔

●●●

بقیہ از ـــــ طالبان کا بم

پھر جب امریکی وہاں آتے اور جھنڈا اکھیڑنے کی کوشش کرتے تو زمین میں دبا ہوا طالبانی بم ایک دھماکے سے پھٹتا اور امریکیوں کے چیتھڑے اڑا کر رکھ دیتا۔ اس کے بعد امریکیوں نے کبھی "امارتِ اسلامی افغانستان" کے لہلہاتے ہوئے جھنڈوں کو ہاتھ لگانا تو دور کی بات، اب ان کے قریب بھی نہیں جاتے۔

کفر کا چوں کہ ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے جہاد۔ لہٰذا ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اسی جہادِ اکبر کی بدولت تمام افغانستان میں امارتِ اسلامی کے ہی جھنڈے لہرا رہے ہوں گے۔ اور باطل نظام کی نمائندگی کرنے والے تمام پرچم سرنگوں ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

عبدالرحمٰن اخوند

تین صدیاں، تین جنگیں

زندگی کی عمارت کو تعمیر کرتے وقت اس کے بالا خانوں میں تاریخ کے جھروکے اسی لئے بنائے جاتے ہیں تا کہ ان سے جھانک کر گرد و پیش کا جائزہ لیا جائے۔ یہ دیکھا جائے کہ آس پاس بسنے والے روشن یا تاریک تاریخی کرداروں کے افعال ماضی میں کیا تھے، حال میں ان کی حرکتیں کیسی ہیں اور ان دونوں کی روشنی میں ان کا مستقبل کس طرح کا ہوگا؟ پھر اس کا نتیجہ برآمد ہونے کے بعد کیسا نصاب حیات مرتب کیا جائے تا کہ اسے سبقا سبقا پڑھ کر یاد کیا جائے اور اس پڑھے اور یاد کیے ہوئے تاریخی سبق کو اپنے نظام جہاں بانی کا مرکز قرار دے کر اپنے سسٹم کو اسی محور پر گھمایا جائے۔

لیکن بُرا ہو اس نالائقی کا اور ناس ہو اس کم عقلی کا، جو تاریخ کے طالب علم کو لاحق ہو کر اسے سبق سے بے پرواہ اور بے فکرا بنا دیتی ہیں۔ وہ تاریخ سے عمدہ سبق نہیں سیکھ پاتا۔ وہ تاریخ سے روشنی نہیں لے پاتا۔ پھر اسی جہالت اور بے نوری کی وجہ سے اندھیرے مستقبل میں اس کو کوئی راستہ نہیں سوجھتا۔ وہ یوں ہی ٹامک ٹوئیاں مارتا اور در بہ در کی ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ یہی معاملہ بد بخت امریکا کو درپیش ہے۔ اس گوری شکل اور کالے دل والے نے اپنے اگلوں کا ماضی دیکھنے کی کوشش نہیں کی، یا سرخ ریچھ کے اپنی کچھار میں چلے جانے کے بعد خود کو سپر پاور سمجھنے کی وجہ سے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہے۔

19ویں صدی کی تیسری دہائی کے اواخر میں اس برطانیہ نے درہ بولان کے راستے قندھار کی طرف پیش قدمی کی تھی، جس کی سلطنت کا سورج غروب ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ اس نے سرزمین افغانستان اور اس میں بسنے والے اہل اسلام کو دوسرے ممالک کی طرح سمجھ کر غلطی کی تھی۔ وہ پاک سرزمین افغانستان کو بھی اپنے ناپاک قدموں تلے روند کر ممالک مقبوضہ کی کالونی میں اس سنگلاخ دھرتی کو شامل کر کے ان کی تعداد 55 تک لے جانا چاہتا تھا۔ یہی اس کی غلط فہمی اور ناواقفیت تھی۔ اسی لمحے کی خطا نے اس کے نقطۂ عروج کو نقطۂ انحجار سے بدل دیا تھا۔ یوں اس کے نصف النہار پر چمکنے والے آفتاب کو زوال کا گہن لگ گیا۔ برطانیہ 1838ء سے 1880ء تک میرے پیارے افغانی دیس میں مکر و فریب، ظلم و ستم اور چالاکی و جبر کے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا رہا، تا کہ کسی طور اپنے مذموم مقاصد کو پورا کر لے۔ اپنی ننگی ہوس کو تسکین کا جامہ زیب تن کر دوں، لیکن مسلم افغانستان کے بہادر بیٹوں اور جری جوانوں نے اس کو ایسی شکست فاش سے دوچار کیا، جس کے گہرے زخموں کو وہ ابھی تک چاٹ رہا ہے۔

اس 41 برس کے عرصے میں اس کو ایک سخت گھاؤ ایسا بھی لگا، جو ابھی تک مندمل نہیں ہو پایا۔ وہ تاریخ افغانستان کا ایک سنہرا اور یادگار دن ہے، جب برطانوی گوروں نے غزنی پر قبضہ جمانے کے بعد کابل کو بھی اپنے خونین پنجوں میں جکڑنے کے لیے اس کی طرف منحوس قدم بڑھانے شروع کیے تھے۔ تب اسلامیان افغانستان کے ہر سپاہی نے صلیبی برطانیہ کے ہر فوجی کی خاطر تواضع بندوق کی گولیاں ان کے خالی پیٹ میں اتار کر کی۔ یہاں تک کہ پوری فوج میں صرف ایک شخص ”ڈاکٹر ڈرائیڈن“ کو زندگی کی بھیک دی اور اہل باطل کو یہ بتلانے کے لیے زندہ چھوڑا کہ وہ دنیا کو خبردار کر دے: ”جب سے افغانستان کی زرخیز مٹی کو اسلام کی نم ملنے کی وجہ سے مسلمانوں کی صورت میں گلستان اسلام اُگا ہے، تب سے اس پاک سرزمین پر مسخ شدہ عیسائیت کی خاردار جھاڑ جھنکار

نہیں اُگ سکتی''۔ موت کے منہ سے نکل آنے والے اس ڈاکٹر نے جلال آباد آکر دنیا کو اس عجیب وغریب حادثے سے روشناس کرایا۔ برطانیہ اپنے انخلاء تک اس تگ ودو میں مصروف رہا کسی طرح یہ ملک تاج برطانیہ کے زیر نگین آجائے، لیکن اس کو ناکامی کے تحفے، نامرادی کے ہدیے اور بدبودار لاشوں کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ مل سکا۔ یہ 19ویں صدی کی جنگ افغانستان تھی۔

اس کے بعد لادین روس کو دنیا پر اپنا تسلط جمانے کے دورے پڑنے لگے۔ وہ اپنے تئیں کائنات کی وسعتوں کو''لینن'' کے فرسودہ نظریات کی لالٹین کی روشنی سے منور کرنے نکل کھڑا ہوا۔ بالکل برطانیہ کی طرح جب کامیابی سے ہم کنار ہونے کے لیے چند گام کا فاصلہ رہ گیا اور عروج کی آخری سیڑھی پر قدم رکھ کر دنیا کے سیاہ وسفید کا مالک بننے والا تھا کہ لینن کی لالٹین کا تیل ختم ہوگیا۔ دوسروں کو روشنی دینے والا خود تاریکی میں ڈوب گیا۔ یہی آخری سیڑھی اس کی ناکامی کا سبب بن گئی۔ ارض ہستی کے تقریباً نصف کے قریب ممالک کو فتح کر کے اپنے اس کام کے نتیجے کے لیے اس راہ کی آخری اینٹ، افغانستان کو بھی ہٹانے کے لیے ٹھوکر رسید کرنا چاہی تو یہیں سے اس کی کامرانی کا سورج غروب ہوگیا۔ اس نے ٹھوکر ایک سخت چٹان کو مارنا چاہی تھی، جس کی وجہ سے وہ لنگڑا ہوگیا۔ اور 1979ء سے 1988ء تک کی خوف ناک جنگ میں خود کو خوب پٹوایا اور آخر کار 15 فروری 1988ء کو شکست کا اعلان کر کے''جان بچی سو لاکھوں پائے، لوٹ کے بدھو گھر کو آئے'' کے مصداق لنگڑاتا ہوا اپنے دیس کی جانب واپس لوٹ گیا۔ یہ 20ویں صدی کی جنگ افغانستان تھی۔

اس کے بعد امریکا بہادر نے نائن الیون کے پرپیچ ڈرامے کی آڑ لے کر برسوں کے بھوکے کتے کی طرح افغانستان کو تر نوالہ خیال کر کے سات سمندر پار سے دوڑا آیا۔ سیانوں خصوصاً روس نے کل کے بڑے بوڑھوں کی طرح سمجھاتے ہوئے پند ونصیحت کی: ''انکل سام! تم آج کے بچے ہو۔ کوئی ایسی ویسی حرکت کرنے سے پہلے ہماری طرف دیکھ کر سوچ لینا! یہ غلطی ہم افغانستان میں کر چکے ہیں۔ تم اس کے مرتکب ہو کر آگ کے ملک میں مت جلنے جانا، ورنہ زندگی بھر کا پچھتاوا تمہارا مقدر بن جائے گا۔ تاریخ سے سبق حاصل کرو۔ نالائق اور بے وقوف مت بنو۔ اور سنو! ہم نے فرداً فرداً ہر زمینی خدا کو نصیحت کرنے کی بجائے صرف انسانی بھلائی کے ناطے نخوت سے پٹی ہوئی اپنی پیشانی پر یہ الفاظ کندہ کروالیے ہیں''دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو''۔ افغانستان تمہارا خیر مقدم کبھی بھی نہیں کرے گا۔ وہاں کے''غیر ترقی یافتہ'' جنگجو تمہارے وارے میں آنے والے نہیں ہیں۔ تمہارا گھر اگرچہ بحر اوقیانوس کے اُس پار ہے، لیکن پھر بھی وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے''۔ انکل سام نے اپنے پیش رُو کا مضحکہ اڑاتے ہوئے آج کے چھوٹے بچوں کی طرح جواب دیا: ''ارے دادا جان! آپ حالات سے واقف نہیں ہیں۔ آپ تو کچھ نہ جاننے کی وجہ سے پتھر کے زمانے کی نصیحتیں کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس تھا ہی کیا؟ ہمارے پاس جدید ٹیکنالوجی ہے۔ ہمیں تاریخ سے سبق سیکھنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہورہی ہے۔ ہم چند ہی دنوں میں افغانستان کی فضا کو توحید کی اذانوں کے بجائے تثلیث کی گھنٹیاں سنا دیں گے۔

کچھ عرصہ بعد اسامہ بن لادن کا بہانہ کرتے ہوئے خود کو زمینی خدا تصور کرتے ہوئے شیطان کے نمائندے بش جونیئر نے رحمٰن کے نمائندے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کو فرعونی لہجے میں پیغام بھیجا: سنو! ''ہم اتحادی ممالک کے زیر وزبر کر دینے والے زبردست فوجی دستے لیے پینٹاگون سے قندھار آرہے ہیں۔..............

بقیہ صفحہ نمبر ۴۹ پر ملاحظہ فرمالیں۔

سوشل نیٹ ورک پر جانثارانِ حق اور پرستارانِ باطل کے درمیان جاری جنگ کا ایک نمونہ

احمد مختار

سوشل نیٹ ورک نے ایک مرتبہ پھر حامیانِ حق اور پجاریانِ باطل کے درمیان جہاد وفساد کی صورت میں جاری جنگ کے محاذ کو گرم کر کر رکھا ہے۔

باطل پرست مسلسل طالبان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ جاری رکھے ہوئے ہیں، وہ افغانستان میں کفریہ طاقتوں کے خلاف جاری جہاد کو معاذ اللہ فساد قرار دیتے ہیں، نیز مجاہدین کو ان ناموں سے پکارتے ہیں جو پینٹاگون میں موجود جرنیلوں، نام نہاد تجزیہ کاروں اور انٹیلی جنس اداروں کی طرف سے انہیں سکھائے جاتے ہیں۔

مثلاً دہشت گرد، دقیانوس، بنیاد پرست، اور انتہا پسند وغیرہ۔ چونکہ یہ بیچارے خود تو اپنی طرف سے کچھ کہہ نہیں سکتے، لہٰذا اپنے آقاؤں کی طرف سے انہیں جو کچھ کہا جاتا ہے یہ اس پر من وعن عمل کرتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کی دی ہوئی لائن سے ذرا سا بھی انحراف نہیں کرتے۔ کبھی کبھار تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے آقا ایک مشن ان کے سپرد کرنے کے بعد اس سے رجوع کر کے اس کے برعکس موقف اختیار کر لیتے ہیں لیکن ان کے یہ زرخرید غلام سالہا سال تک پہلے والا راگ ہی الاپ رہے ہوتے ہیں اور اسی دوران ان کے آقا کچھ اور دعوے کر رہے ہوتے ہیں، اور بے دام یا زرخرید غلام اصل صورتحال سے لاعلم ہی رہتے ہیں۔

یہ لوگ مسلمانوں کے بھیس میں لکھے ہوئے اپنے مضامین کے اندر چند وہ رٹے رٹائے جملے لکھتے ہی رہتے ہیں، جو دشمنانِ اسلام مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ اور مستشرقین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سیکولرازم کی پیروی میں اسلامی احکام کو اکیسوں صدی کے مقابلے میں چودہ سو سال پرانا پتھر کے دور کا دین گردانتے ہیں۔ نیز حجاب، قصاص، جہاد اور شہادت جیسے اسلامی شعائر کا یہ لوگ کھلم کھلا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔

باطل کی طرف سے ان ساری کوششوں کے باوجود اللہ تعالی نے اپنے خاص فضل وکرم اور نصرت کے ذریعہ باطل کے تمام لشکروں کو ہر میدان میں اہل حق کے ہاتھوں رسوا کن شکست سے دوچار کیا ہے، چنانچہ دلائل اور مباحثہ کے میدان میں بھی ان کا ناطقہ اسی طرح بند کیا ہوا ہے جیسا کہ جنگی محاذ میں مجاہدین نے ان کے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ الغرض یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذہنوں میں ابھی تک کمیونسٹ خناس بیٹھا ہوا ہے یا ان کی وہ اولادیں ہیں جو کل تک سوشل ازم کی کامیابی کی خوشی میں رقصاں تھے تو آج کیپٹل ازم کی راہ میں ناچ رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی وجہ سے یتیم ہو جانے کے بعد آج یہ لوگ سرمایہ دار امریکہ کی جھولی میں آگرے ہیں۔

انہی لوگوں میں سے ایک سرلوخ مرادزئی ہے جو ہر وقت مجاہدین کو بدنام کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے، انہیں غیروں کا ایجنٹ قرار دیتا ہے اور افغانستان میں کفریہ طاقتوں کے خلاف جاری کاروائیوں کو غیروں کی کارستانی بتاتا ہے۔

نیز اس کے علاوہ ایسی بکواسات لکھتا رہتا ہے کہ نوک قلم پر نہیں لائی جاسکتیں، ڈاکٹر رحمت ربی زیرک یار کے لکھے ہوئے مضمون "غریب طالبان اور مست خان تاریخ کی آئینے میں" نے سرلوخ کو غصے سے آگ بگولا کر دیا ہے۔

چنانچہ "طالبان اور کچھ شرپسند روشن خیال" کے عنوان سے اس نے

اپنے مضمون میں اسلامی احکامات اور ملک وقوم کی مخالفت میں لکھا ہے کہ:

[بدقسمتی سے ہمارے ہاں کچھ ایسے روشن خیال حضرات بھی ہیں جنہیں طالبان کے دوبارہ آنے کا قوی اندیشہ ہے، یہ لوگ اگرچہ ظاہر میں اپنے آپ کو ڈاکٹر، پروفیسر، دانشور، اور اس جیسے ناموں سے منسوب کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ چاہتے ہیں کہ جدید شہری نظام کی بجائے افغانستان میں ایک مرتبہ پھر طالبان والا نظام لایا جائے۔

لوگ ایک ایسا اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں، جو سو فیصد اسلامی ہو جس کی مثال خیر القرون کے بعد نہ تو تاریخ میں گزری ہو اور نہ ہی آج کے دور میں کسی مسلمان ملک میں اسکی کوئی رمق نظر آتی ہو، چنانچہ یہ لوگ آج اکیسوی صدی کے افغانستان میں بھی ایک ایسا نظام لانا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ افغان قوم اسلامی نظام کے مقابلے میں جدید مغربی نظام کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، نیز جمہوریت، انسانی حقوق، حقوق نسواں اور عقیدے اور ازادی اظہار خیال کو مغربی تہذیب سمجھتے ہیں۔ اور خلیج میں موجود دیگر اسلامی ممالک اور افغانستان میں موجود اس نظام کو وہ غیروں کی جانب سے مسلط کردہ نظام قرار دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایسے چند روشن خیال یہ بھی لکھتے ہیں کہ اچھا نہیں ہوا کہ طالبان حکومت کا اتنا جلد سقوط ہو گیا، اور (ان لوگوں کا رد کرتے ہیں) جو لوگ یہ لائل دیتے ہیں کہ اگر طالبان کا دور برقرار رہتا تو افغانستان چودہ سو سال پیچھے چلا جاتا یا افغانستان کو ایک صحرا اور اس میں بسنے والوں افغانیوں کو اس کے چرواہے بنا کر چھوڑ دیا جاتا۔ ایسے (اسلامی) روشن خیال ان تمام اندیشوں کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور ملک میں ساری فساد کی جڑ انہی لوگوں کو قرار دیتے ہیں جو طالبان کے راہ میں رکاوٹ تھے۔

یہاں میں ایک روشن خیال کی بات نقل کرنا چاہتا ہوں، جو لکھتا ہے کہ اسی وجہ سے اس خون آلود سرزمین نے صرف ایک صدی کے اندر اندر دو بڑی سلطنتوں کو شکست وریخ سے دوچار کیا اور آج ایک مرتبہ پھر دنیا کا خونخوار نظام اسی سرزمین پر اپنی آخری سانسیں لے رہا ہے۔

مذکورہ روشن خیال طالبان کی تحریک کو قومی تحریک قرار دیتا ہے اور اپنے مضمون ''سلطنتوں کی شکست وریخت'' کے عنون کے تحت طالبان کی کارروائیوں کو قومی مزاحمت کا رنگ دیکر ان کی حمایت کرتے ہوئے اس جنگ کو مزید توانائی فراہم کر رہا ہے۔

بدقسمتی سے ایسے روشن خیال جو طالبان کی کاروائیوں کی تعریفیں کرتے ہوئے نہیں تھکتے کچھ کم نہیں ہیں۔ چنانچہ ایک دوسرا روشن خیال لکھتا ہے کہ طالبان کے قائدین کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ آج پوری دنیا میں صرف امریکہ ہی ایک بدمست ہاتھی ہے، جس نے اپنے اسلحے دولت اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر پوری دنیا کو اپنی داشتہ بنا رکھا ہے، دنیا کے اس بدمست ہاتھی کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔

درحقیقت یہاں بھی مذکورہ لکھاری طالبان کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی جتا رہا ہے، اس کے خیال میں طالبان افغانستان میں جو جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں اس میں وہ حق بجانب تو ہیں ہی، کیونکہ وہ اپنے کھوئے ہوئے تشخص کو حاصل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ وہ مغربی اتحادیوں کی طرح ایک ظالمانہ جنگ نہیں لڑ رہے، اس کا یہ لکھنا مغرب کے مقابلے میں طالبان کو لوگوں کی نظروں میں متبادل کے طور پر پیش کرنے کی کوشش ہے، یہاں تشخص کے حصول سے اسکی مراد حکومت کا حصول ہے اور وہ افغان اور امریکی حکومت سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ افغانستان میں طالبان کے خلاف جاری جنگ کو روک کر انہیں آزاد چھوڑ دیں تاکہ وہ ایک مرتبہ پھر بزور قوت افغان حکومت حاصل کریں اور اس طرح ایک مرتبہ پھر ملک میں جنوں اور مجنونوں کی بادشاہت قائم ہو جائے۔

ایک دوسرے روشن خیال کے بقول: ایک فوج جو اس حد تک غلام ہو اسے قومی فوج کس طرح کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ یہ تو صلیبیوں کا وہ افغانی ٹولہ ہے جو مغربی اہداف کے حصول کے لئے اپنے دین اور قوم کے خلاف لڑ رہا ہے۔ مذکورہ لکھاری دینی اور مذہبی روایات کے اعتبار سے طالبان اور افغان قوم کو

ایک ترازو میں تولتا ہے اور اپنی اس کوشش کے ذریعے افغان قوم اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتا ہے۔]

سرلوخ کی مذکورہ بالا باتوں کے جواب میں جناب حسین نے اپنے مضمون ''سرلوخ کی کچھ بھڑکائی ہوئی باتیں'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ سرلوخ کا وہ مضمون جس کا عنوان ''طالبان اور شریر روشن خیال'' تھا کو میں نے پڑھا، اس طرح کی بے ہودہ باتیں خالص امریکی غلامی کے سوا کچھ نہیں، اگرچہ ملک میں اس طرح کے لوگوں کی کمی نہیں ہے مگر سرلوخ نے اس مرتبہ جابر حملہ آوروں اور انکی کٹھ پتلی حکومت کی خوشنودی کی خاطر حد سے بڑھ کر اپنے قلم کا رخ ان روشن خیالوں کی طرف کردیا ہے جن کی پوری زندگی اور احساسات اپنے وطن اور انسانیت کی محبت میں بسر ہورہے ہیں اور جنہوں نے اپنی خودمختاری اور اور قومی ناموس کی حفاظت کیلئے اپنی زندگیاں وقف کررکھی ہیں۔ (سرلوخ جیسوں کی) انسانیت کے خلاف جاری اس خون ریز جنگ کی حمایت اور اس کو جواز بخشنا اپنے قوم اور ملک کے ساتھ بدترین غداری ہے۔

سرلوخ کے کہنے کے مطابق گزشتہ دس سال سے زائد عرصہ میں جمہوریت، انسانی حقوق، عورتوں کی آزادی، ترقی اور اس طرح کے دیگر امور افغانستان میں کس نے فراہم کیئے ہیں انہی مغربی اتحادیوں نے تو کیئے ہیں۔

الحاصل موجودہ تمام تلخ واقعات کی روشنی میں ہر شخص اپنے تجربے اور ذاتی معلومات کی بنیاد پر بحث کرنے کا حق رکھتا ہے، لیکن اگر اس بحث میں مخالفت کو برداشت نہ کرنا اور اپنے کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر سمجھنے کا مادہ بھی شامل ہوجائے تو یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہوگی۔

سرلوخ کے بہت سارے مضامین افغان جرمن جریدے کے واسطے سے نظر سے گزرے ہیں، یہ جریدہ اس نام سے امریکی پالیسیوں کے تحت چل رہا ہے، اور اپنی پوری قوت لگا کر سامراج کے مذکورہ ناجائز قبضہ کو جواز بخشنے اور ملک میں مستقل امریکی اڈوں کے قیام کی کوششوں اور حمایت میں لگا ہوا ہے۔

اس ضمن میں ان کا سب سے بڑا اور بنیادی استدلال یہ ہے کہ امریکہ اور نیٹو کا موجودہ قبضہ (جنہیں وہ اپنی دانست میں قبضہ نہیں سمجھتے بلکہ صرف خطہ میں ان کی موجودگی قرار دیتے ہیں) ملک میں جمہوریت کے فروغ، انسانی حقوق کا پرچار، عورتوں کو آزادی دلانے اور اس طرح کے دیگر کاموں، نیز معاشی ترقی کا ذریعہ ہے، وہ تو افغانستان میں افغان عوام کو ان کی اصل آزادی دلانے کیلئے آئے ہیں۔

اب اگر کوئی اس سفید جھوٹ کے مقابلے میں کہے کہ سامراج کے موجودہ فوجی قبضہ کا مقصد افغانستان کے مظلوم عوام کی فلاح و بہبود نہیں اور نہ ہی جمہوریت وغیرہ کا فروغ ہے بلکہ انکا اصل مقصد کچھ اور ہے تو اسے فوراً طالبان کا حامی قرار دیا جاتا ہے، نیز اس کے ساتھ ہی طالبان کو پنجاب اور آئی ایس آئی کا ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے اور ملک میں جاری دس سالہ مزاحمت کو بھی ان کے سر تھوپ دیا جاتا ہے۔

قبل اسکے کہ سرلوخ کی اصل مضمون کی طرف لوٹوں میں یہاں کچھ سوالات اٹھانا چاہتا ہوں:

۱۔ پوری دنیا میں افغان قوم اپنی جانوں کے نذرانوں کے طفیل مزاحمت کی ایک طویل تاریخ رکھتی ہے، یہ تاریخ اس قوم کے شعار اور تشخص کے طور پر پہچانی جاتی ہے کہ یہ قوم غیروں کی غلامی قطعاً برداشت نہیں کرسکتی، بلکہ ان کا منشور ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے'' کے مطابق ہے۔

باقی یہ ٹھیک ہے کہ سویت یونین کے خلاف سرمایہ دارانہ قوتوں اور خطے کے کچھ دیگر ممالک نے مجاہدین کا ساتھ دیا تھا، جس کی وجہ سے سوشلزم کی کمر ٹوٹ گئی تھی، مگر اس کامیابی میں بھی اصل محرک اور قوت ہماری قومی حمیت ہی تھی باقی ممالک تو صرف مالی امداد دے رہے تھے۔

۲۔ ہم اگر ذرا پیچھے لوٹ کر دیکھے تو ہندوستان میں مغل سلطنت، ایران میں خونخوار صفوی سلطنت اور برطانوی سامراج کی سلطنت کے

مقابلے کے وقت افغان قوم کے پیچھے کونسی قوت کارفرماتھی؟اس وقت نہ تو پنجاب کا وجود تھا اور نہ ہی روس اور نہ ہی آج کا ایران موجود تھا۔

۳۔کیا موجودہ کٹھ پتلی حکومت واضح طور پر مغربی ایجنٹوں اور چند نام نہاد جہادی تنظیموں کا ایک ٹولہ نہیں ہے جسے سامراج نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے افغان قوم پر مسلط کررکھا ہوا ہے؟

۴۔پاکستان اگر چہ ایک ایٹمی قوت ہے لیکن وہ امریکہ، سویت یونین، اور آج کے روس کی طرح جدید ٹیکنالوجی سے لیس طاقتوں کے مقابلے میں نہیں آسکتا۔

اگر افغانستان میں اپنے وقت کا سامراج اور دنیا میں سامراجی نظام شکست فاش سے دوچار ہونے والا ہے، جس کے نتیجے میں مغربی بلاک کمزور اور مشرقی بلاک ابھر رہا ہے تو اس کی وجہ پاکستان یا ایران نہیں کیونکہ یہ دونوں ممالک تو خود اندرونی مسائل ومشکلات کا شکار ہیں۔

باقی رہا مغربی اتحادیوں کا مسئلہ تو انہوں نے افغانستان میں کونسا کارنامہ انجام دیا ہے ،انکی جمہوریت ،انسانی حقوق ،آزاد تجارت ، اور جدید شہری سہولیات جیسے کھوکھلے نعرے تو دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں، جنگ تو ایک قانونی جواز اور شعار چاہتا ہے اگر مغربی طاقتیں پاکستان اور ایران کا ہوا کھڑا نہ کریں تو پھر تو ان کے پاس اس خطہ میں جنگ جاری رکھنے کا کوئی جواز باقی نہیں بچتا۔اور نہ ہی اس کے سوا انہیں مستقل اڈے قائم رکھنے کی کوئی صورت نظر آتی ہے، اس سب کچھ کے باوجود کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ امریکہ اس خطے میں ایک طویل عرصے کے لئے دشمنی (یا جنگ) جاری رکھنے کا ارادہ رکھے ہوئے؟

۵۔سامراج کے سامنے اخلاقیات نامی چیز کی کوئی حیثیت نہیں ، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک سیاسی ٹولہ ہے جو ملٹی نیشنل کمپنیوں کی صورت میں دنیا کے وسائل پر قبضہ کی جنگ لڑ رہا ہے، اپنی عسکری قوت کے غرور میں مبتلا ہو کر کسی بھی خطہ کے وسائل پر قبضہ کرنا ان کے لئے ایک کھیل تماشا ہے۔اپنی ہوس کو پورا کرنے کے لئے وہ کسی بھی قسم کے ظلم وستم سے دریغ نہیں کرتے، وہ اپنی راہ میں رکاوٹ بننے والے ہر شی کو تہس نہس کردیتے ہیں، چنانچہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے:

آپ ذرا ویتنام کو دیکھئے امریکہ نے وہاں کیا کیا؟اسی طرح عراق میں امریکہ نے کیا گل کھلائے ہیں، فلسطین میں کیا ہورہا ہے، ایک سو تیس سال سے زائد کے عرصے میں سامراج نے لاطینی امریکہ اور پورے افریقہ میں کونسا انسانی کارنامہ انجام دیا؟

افغانیوں سے ہمدردی کے لئے ان کے پیٹ میں کیوں مروڑ اٹھ رہے ہیں ان سب باتوں کا کا کوئی جواب ہے؟

سوالوں کا یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے، یہ تو میں نے صرف چند باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، سرلوخ خود تو ابن الوقت ہے لیکن وہ اپنے زعم میں مذکورہ شریر روشن خیالوں کو صرف اس وجہ سے طالبان کا حامی قرار دیتا ہے کیونکہ وہ وقتی مفادات کو نہیں بلکہ تاریخ کو دیکھتے ہیں۔

میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ سرلوخ نے ابھی تک مجھ پر براہ راست کوئی الزام نہیں لگایا لیکن بہت سے ان محب وطن لوگوں پر الزامات کی بوچھاڑ کردی ہے جن کا وطن کے ساتھ محبت کا رشتہ کسی سے مخفی نہیں، سرلوخ پہلے سویت یونین کی چاپلوسی کرتا رہا ہے اور اب وہ اسے قابض اور موجودہ سامراج کو وطن کا نجات دہندہ قرار دیتا ہے۔

باقی سرلوخ نے ان تمام دانشوروں کو اپنے الزامات کا نشانہ بنایا ہے جو اس کی طرح بکواسات نہیں لکھتے، لیکن دوسری طرف اسکے یہ مذکورہ مخالفین اتنے بڑے دل والے ہیں کے اس کے ان بے ہودہ الزامات کا جواب دینا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

سرلوخ کے بقول اس طرح کے لوگ اگر چہ ظاہر میں ڈاکٹر، پروفیسر، دانشور، اور اس طرح کے دیگر ناموں سے جانے جاتے ہیں لیکن اصل میں یہ لوگ ملک کے اندر مغربی اتحادیوں اور حکومت کے خلاف طالبان کے حامی ہیں اور ان کی کاروائیوں میں ان کا ساتھ دیتے ہیں، یہ ہر صورت میں طالبان کی کاروائیوں کو جواز فراہم کرنے کی کوشش

کرتے ہیں اور قوم کے سامنے موجودہ نظام کے متبادل کے طور پر طالبان کو پیش کرتے ہیں۔

سرلوخ کے مذکورہ پیراگراف سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضمیر فروشی کی بدولت وطن کے ظالم وجابر اور برائیوں سے پراگندہ حکومت کے ختم ہونے کا ماتم کر رہا ہے، اس کو بیرونی حملہ آوروں کا ظلم وستم تو نظر نہیں آتا لیکن طالبان کے نام پر بیرونی اور اندرونی ایجنٹوں کی کاروائیوں پر بڑا واویلا مچاتا ہے۔

اب بنیادی سوال یہ ہے کہ لوگوں کی شادیوں، جنازوں اور گھروں پر بمباری کر کے کون لوگ ہلاکت کے مرتکب ہو رہے ہیں؟ نیز معصوم بچوں اور بوڑھوں کو کون مار رہا ہے؟ قرآن پاک اور اسلامی شعائر کی بے حرمتی کون کر رہا ہے؟ افغانیوں کی لاشوں پر اپنی ذہنی خباثت کا ثبوت دیتے ہوئے کون پیشاب کر رہا ہے؟ راتوں کو گھروں میں گھس کر کون چادر، چاردیواری اور عزت وناموس کو پامال کر کے لوگوں کو شہید کر رہا ہے؟ کیا اس قسم کے سینکڑوں واقعات سرلوخ کے لئے معمولی واقعات ہیں جو گزشتہ دس سال سے یہ مغربی بھیڑیے افغانستان میں آئے روز سرانجام دیتے ہیں؟ جبکہ اس کے برعکس ان بھیڑیوں کیخلاف مدافعانہ کاروائیوں کو وہ ظلم اور وحشیانہ پن قرار دیتا ہے۔

کیا سرلوخ سمجھتا ہے کہ راستوں اور عام گزرگاہوں پر یہ دھما کے طالبان کی کاروائیاں ہیں؟ کیا استعمار کے افغانستان پر حملہ آور ہوتے وقت ان کی تباہ کاریوں کو سرلوخ بھول گیا ہے؟ جس میں ہزاروں بے گناہ افراد مارے گئے۔

اسے امریکی غلاموں کا وہ ظلم وستم کیوں نظر نہیں آرہا جو انہوں نے افغانستان پر حملے کے دنوں میں روا رکھا تھا، کیا اس کے بہت سارے ساتھی اب بھی شمالی اتحاد کیساتھ مل کر افغان قوم کیخلاف نہیں لڑ رہے ہیں؟

سرلوخ اپنے اس مضمون کے ذریعے منطقی طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ طالبان ایک ضدی قوم ہے، اور جو لوگ مغربی اتحادیوں اور ان کی کٹھ پتلی حکومت کیخلاف کسی بھی قسم کی مزاحمت کرتے ہیں یہ انہیں شر پسند روشن خیالوں کے نام سے یاد کرتا ہے۔ باقی انسان جب اپنے ذہن میں کسی بات کو بٹھالیتا ہے کہ اسے ہر صورت میں ثابت کرنا ہے تو اس کے لئے وہ ہر قسم کے دلائل بھی تراشتا رہتا ہے جو پاگل پن کے سوا کچھ بھی نہیں، سرلوخ بھی آج کل اسی پاگل پن میں مبتلا ہے وہ اپنے آقا کو خوش کرنے کے لئے ہر قسم کے دلائل گڑھتا رہتا ہے۔

وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ امریکہ کی زیرنگرانی نیٹو اور اس کے حلیف ایساف کی ظلم وستم سے بھرپور کارروایاں نوک قلم پر لائے، حالانکہ امریکہ خود افغانستان کو ایک مقبوضہ ملک قرار دیتا ہے، لیکن سرلوخ ان کی غلامی میں اس حد تک چلا گیا ہے کہ وہ اس بات کو چھپانے کے لئے خودساختہ دلیلیں تراش رہا ہے، اگر اس سے پوچھا جائے کہ:

تمہارے مغربی اتحادی کون ہیں؟ کتنے عرصے کے لئے آئے ہیں؟ کیا یہ مہمان ہیں؟ کس نے ان کو آنے کی دعوت دی ہے؟ یہ لاکھوں کی تعداد میں ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس فوج یہ ہزاروں کی تعداد میں جاسوس، ڈک چینی کی بلیک واٹر کی شکل میں دندناتے یہ وحشی درندے کیا یہ سب مہمان ہیں؟

یہ کس طرح ہوسکتا ہے ان مہمانوں کے وحشیانہ ظلم وستم کو تو معمولی قرار دے کر نظرانداز کر دیا جائے جبکہ ان کے مقابلے میں مزاحمت کرنے والوں کو ضدی اور انتہاپسند قرار دیا جائے، تمہارے پاس ان ساری باتوں کا کیا جواب ہے؟

کسی حکومت میں صرف یہ برائی شمار نہیں ہوتی کہ وہاں رشوت خوری کا بازار گرم ہے، بیرونی امداد کو لوٹا جا رہا ہے نا اہل لوگ سرکاری عہدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ وہاں اور بھی بہت سارے فساد کی جڑیں ہوتی ہیں، جاسوس کی زندگی میں اخلاقیات نامی کوئی چیز نہیں ہوتی، عام حالات میں اپنے وطن کے مفاد کے لئے جاسوسی کرنا تو ایک فریضہ ہے، لیکن غیروں کے لئے جاسوس بن جانا وطن سے بدترین دغابازی اور

ضمیر فروشی ہے، وطن صرف ایک جگہ کا نام نہیں، بلکہ وطن ایک تاریخ، ایک جماعت، ایک تشخص اور ایک اخلاقی شعار کا نام ہے، جب وطن تباہ ہورہا ہوتا ہے تو صرف خود مختاری، اور سلامتی کا خاتمہ نہیں بلکہ پوری تاریخ تشخص، اخلاقیات، اور عقائد کا بھی ساتھ ہی خاتمہ ہوتا ہے۔ انسان کا مر جانا ایک بڑی چیز ہے لیکن کسی ملک اور قوم کی تاریخ، عقائد اور تشخص کا ختم ہو جانا اس سے بھی بڑا ہے، فساد و بربادی چاہے عریانی کی صورت میں ہو، جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی کی صورت میں ہو یا کسی بھی صورت میں ہو انتہائی قبیح ترین چیز ہے۔

اسی طرح قوم کے تاریخی تشخص کو تبدیل کرنا اور وہ بھی غیروں کے قوت کے بل بوتے پر۔ یہ تو پاگل پن اور وحشیانہ طرز عمل کے سوا کچھ بھی نہیں، طاقت اور قوت کا استعمال اپنے مدمقابل میں طاقت وقوت کو ہی جنم دیتا ہے، وہ قومیں جو اپنے دفاع میں جنگ کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہوں وہ جنگ کی ذمہ دار نہیں ہوا کرتیں، بلکہ جنگ کے ذمہ دار تو وہ ہوا کرتے ہیں جنھوں نے جنگ کو مسلط کیا ہو۔ غیروں کی وحشیانہ کاروائیوں کی مذمت تک نہ کرنا اور اپنوں کی ہر چھوٹی سی چھوٹی کارروائی کی مذمت کرنا کہاں کا انصاف ہے ؟

طالبان کی ترقی کا راز صرف یہ نہیں تھا کہ وہ ملک میں جاری فساد، ہلاکتوں اور بدامنی کیخلاف لڑ رہے تھے، بلکہ اصل میں مملکت کے اندر مختلف گروہوں نے اپنی اپنی بادشاہتیں قائم کر رکھی تھیں، ہر ایک کے اپنے مورچے اور جیل خانے موجود تھے اور ہر ایک اپنی طرف سے غیروں کے ساتھ ملکر مملکت کی قسمت کے فیصلے کیا کرتا تھا، الغرض پورے افغانستان میں قتل وغارت گری اور لوٹ مار اور ظلم وستم کا دور دورہ تھا، ان حالات کے پیش نظر وطن کے اتحاد کا سوال سر اٹھانے لگا، چنانچہ اسی اتحاد کے سوال وخواہش نے طالبان کی تحریک کو قوت بخشی تھی جو آگے جا کر عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوئی، عظیم تاریخ دان ولی ڈورٹ کی یہ بات یاد رکھنے کی قابل ہے کہ:

''فاتحین کے ہاتھوں لکھی ہوئی تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، وہ صرف ایک اندھی تاریخ ہوتی ہے۔''

سرلوخ کی طرح بہت سارے دیگر افغان لکھاریوں کی باتیں بھی اسی تاریخ کے زمرہ میں آتی ہیں، بہت سارے افغان لکھاری یہ بات بار بار دہراتے رہتے ہیں کہ افغان قوم اگر سامراج اور مغلوں کے خلاف نہ اٹھ کھڑی ہوتی تو آج افغانستان کی یہ پسماندہ حالت نہ ہوتی ۔ یہ خیال اگرچہ نیک نیتی پر مبنی ہے، لیکن یہ بہت سارے لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ظاہری حالات کچھ اور طرح ہوتے ہیں اور حقائق کچھ اور ہوتے ہیں۔

اس خیال کا ایک مختصر جواب یہ ہے کہ افغانستان آج اسی مقابلہ اور مزاحمت کی وجہ سے موجود ہے، اور دنیا بھر میں یہی مزاحمت اور مدافعت افغان قوم کی پہچان ہے۔ سرلوخ کی دلیل یہ ہے کہ طالبان اپنا من پسند اسلام چاہتے ہیں، جو آج کل کے دور میں نہیں چل سکتا، جو لوگ طالبان کی حمایت اور مدد کرتے ہیں وہ چودہ سو سالہ پرانے زمانے کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں۔ ہم سرلوخ کو بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام تمام افغان قوم کا ایک روشن اور بنیادی عقیدہ ہے، اسلام میں پسند اور ناپسند کی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ اسلام کی مقدس کتاب یہی قرآن ہے، اس قرآن میں تحریف کر کے اس کو مغربی تہذیب سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کرنا صرف اسلام کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اربوں مسلمانون کے ساتھ خیانت اور غداری کے مترادف ہے، اور یہ غداری ایک بڑی خون ریزی اور تباہی کا باعث بن سکتی ہے، باقی تمہاری محبوب کٹھ پتلی حکومت بھی تو گزشتہ دس سال سے اپنے آپ کو اسلام کے لبادہ میں چھپا رہی ہے اور اسی وجہ سے تو مملکت کا نام اسلامی جمہوریہ رکھا ہوا ہے۔

اب سرلوخ سے یہ سوال پوچھنا ہے کہ اسے کون سا اسلام پسند ہے؟ وہ اسلام جو مغربی اتحادیوں اور ان کے زرخرید غلاموں نے افغانستان میں متعارف کرایا تھا یا وہ اسلام جس کے لئے طالبان اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں؟

سرلوخ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ جمعیت اسلامی ،اتحاد اسلامی ،وحدت اسلامی ،اور حزب اسلامی ،اور دیگر گروپس جو مغربی اتحاد کی طرف سے بنائی گئی حکومت میں مبینہ طور پر شراکت دار ہیں ،اور جنھوں نے اپنے اسلامی احکامات واقدار کو اس طرح تبدیل کر کے رکھ دیا ہے کہ اب وہ مغربی تہذیب کے لئے قابل قبول بن گئے ہیں ،کیا اس جدید اسلام کی اصل اسلام کیساتھ کچھ مناسبت ہے؟ کیا اس بدعتی نظام کو افغانستان کا اسلامی نظام کہا جاسکتا ہے؟

سرلوخ طالبان پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انہوں نے اسامہ کو امریکہ کے حوالے نہیں کیا جس کی وجہ سے افغانستان میں یہ سب کچھ ہوا، حالانکہ وہ خود اچھی طرح جانتا ہے کہ افغانستان پر حملہ کی اصل وجہ یہ نہیں تھی، بلکہ یہ تو سویت یونین کے خاتمے کے بعد اس خطے کی جغرافیائی حیثیت کو دیکھتے ہوئے ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت اس خطہ پر قبضہ کرنا تھا، اگر اس ضمن میں ملاعمر کو بھی امریکہ کے حوالے کر دیا جاتا تو پھر بھی افغانستان پر اس حملے کا کیا جانا ضروری تھا۔

لیبیا کے کرنل قذافی پر یہ الزام تھا کہ لاکربی طیارے کی تباہی میں لیبیا ملوث تھا، جس کو بہانہ بنا کر ہزاروں انسانوں کو مارا گیا، لیکن پھر بھی اصل واقعہ کا ابھی تک علم نہ ہو سکا۔اس کیس میں قذافی نے امریکہ کو کئی ملین ڈالر تاوان اداء کیا اور اپنے کچھ شہریوں کو بھی امریکہ کے حوالے کر کے اس کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس طرح اپنی موت کے پروانے پر اپنے ہاتھوں سے دستخط کیئے مگر اس کے ساتھ ہوا کیا؟ صدام کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ جب وہ مغرب کے قریب ہوا تو گویا موت کا راستہ اس کے لئے آسان ہو گیا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مغربی اتحاد بھی سابقہ روسی حملہ آوروں کی طرح افغانستان کی سرزمین پر اپنی آخری ہچکیاں لے رہا ہے تو سرلوخ اس بارے میں بھی اپنے قلم کے ناموس کو (جو شاید فروخت کیا جاچکا ہے) فراموش کرتے ہوئے اختلاف کرتا ہے۔اور وہ اس بات سے متفق نظر نہیں آتا۔

بادی النظر میں دیکھا جائے تو اس کا نقطہ نظر ایک ذہنی بیماری کے سوا کچھ بھی نہیں، کیونکہ اب مغرب اس بات کا خود اعتراف کر رہا ہے کہ اس کی فوج ایک بے مقصد جنگ کی ایندھن بن رہی ہے، باوجود اس کے کہ دنیا بھر کا میڈیا اس جنگ میں مغربی اتحاد کا ساتھ دے رہا ہے۔اور مغرب اپنے پروپیگنڈے کے ذریعے ایک فیصد سچ کے ساتھ ننانوے فیصد جھوٹ شامل کر کے دیگر اقوام کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر رہا ہے، مگر اس سب کچھ کے باوجود دنیا بھر میں معاشی بحران نے سر اٹھالیا ہے، جو اپنے انجام سے دو چار ہونے کے قریب ہے ۔اب امریکہ اور اسکی اتحادیوں کو اپنی ان خون ریز لڑائیوں سے باز آنا ہوگا اور یا انہیں پوری طرح سے خودکشی کے لئے تیار رہنا پڑے گا، اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ کار نہیں ۔چنانچہ افغانستان میں جاری جنگ اور جنگی اڈے بنانے کے پیچھے شائد یہی احمقانہ منصوبہ کارفرما ہے، اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو گیا تو دنیا بھر کو بارود کا ڈھیر بنا کر رکھ دے گا، جس کا سب سے پہلا شکار افغانستان ہوگا۔اور سرلوخ بھی اپنی ذہنی غلاظت اور خبث باطن سے یہی چاہتا ہے، کاش زیرک یار ایک کہنہ مشق صحافی کی طرح اپنے مضامین میں حقائق سے کام لیتے ہوئے یہ بھی لکھ دیتا تو بے جا نہ ہوتا کہ موجودہ کرپٹ کٹھ پتلی حکومت کا متبادل صرف طالبان ہی ہو سکتے ہیں جو ان تمام برائیوں کا جڑ سے خاتمہ کر کے رکھ دیں۔اور یہ صرف ایک سطحی رائے نہیں بلکہ حقیقت ہے چاہے کوئی اسے پسند کرے یا ناپسند!

اس فسادی حکومت کا (پرامن) متبادل کون ہوسکتا ہے؟ اگر حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس کا مذکورہ بالا یہی جواب ہے۔

باقی یہ جو منطق تم نے امریکہ اور اس کے اتحادی نیٹو سے سیکھی ہے، حقیقت میں یہ کوئی اور ہے جو تمہیں طوطے کی طرح رٹا رہا ہے اور بولنے پر مجبور کر رہا ہے تا کہ اس کے عوض تمہیں پیٹ پوجا کا کچھ سامان میسر ہو سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افغانستان جون کے مہینے میں

احمد فارسی

رواں سال کے جون کا مہینہ افغانستان کے نڈر مجاہدین کو اہم کامیابیاں دیکر اختتام پذیر ہوا، اس مہینے میں قابض دشمن اور اس کے کٹھ پتلی غلام کو شدید مزاحمت، متعدد جانی اور لاتعداد مالی نقصانات کا سامنا رہا، ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن بھاگنے کی راہ اختیار کرے اور ان میں بعض تو اللہ کی نصرت سے قبل از وقت انخلاء پر مجبور ہو گئے ہیں۔ پچھلے مہینے کے اہم واقعات کو سطور ذیل میں قلم بند کرنے کی کوشش کریں گے۔

جانی نقصانات:

جن واقعات کا نیچے ذکر کریں گے وہ اس بات کی دلیل ہیں کہ وحشی دشمن نے اپنی سینکڑوں جانیں گنوائیں ہیں مگر وہ پوری بے شرمی کیساتھ اور حسب سابق کم تعداد نقصان کا اعتراف کرتا ہے۔ دشمن کے اعتراف کے مطابق گزشتہ ماہ میں 39 قابض فوجیوں نے جان سے ہاتھ دھوئے جن میں 29 امریکی فوجی تھے، مذکورہ تعداد سے رواں سال کے شروع سے اب تک دشمن کی ہلاکتوں کی تعداد 220 کو جا پہنچی۔

یہ تعداد اس کے علاوہ ہے جو جہادی کارروائیوں کے نتیجے میں زخمی ہونے والے فوجی اور افغان قوم کے انتقام کے خوف سے خودکشی کرنے والے فوجیوں کی ہے۔

دوسری جانب صلیبی قوتوں کے مزدور افغان فورسز کے جانی نقصانات کی تعداد ان کی کم اہمیت کی وجہ سے کسی کے پاس نہیں ہے مگر امریکی کٹھ پتلی ادارے کے نام نہاد سربراہ حامد کرزئی نے 26 جون کو پارلیمنٹ کے ایک مخصوص اجلاس میں یہ اعلان کیا کہ ہر روز 20 سے 25 مزدور فوجی اور پولیس اہلکار امریکی ڈالروں کے بدلے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں اسی بنیاد پر ایک مہینہ کی ہلاکتوں کی تعداد 600 سے لیکر 750 تک اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مالی نقصانات:

5 جون کو صوبہ ہلمند کے ضلع باغران میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوا جس میں کم از کم 3 فوجی ہلاک ہوئے مگر انہوں نے اس واقعہ اور ہلاکتوں پر خاموشی اختیار کی۔

17 جون کو ایساف کے نام سے وحشی درندوں نے اعلان کر دیا کہ ان کا جاسوس طیارہ صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں گر کر تباہ ہوا جس کا سبب پھر انہوں نے شکست سے دوچار فوجیوں کے حوصلے بلند رکھنے کی خاطر تکنیکی مسئلہ قرار دیا۔

اس کے 2 دن بعد یعنی 19 جون کو ایساف نے اعلان کیا کہ ان کا ایک اور جاسوس طیارہ صوبہ کنڑ کے ضلع سرکانو میں گر کر تباہ ہوا حالانکہ یہ طیارہ مجاہدین نے مار گرایا مگر دشمن نے اس کا سبب پھر تکنیکی خرابی قرار دیا۔

21 جون کو بھی دشمن کا ایک اور ہیلی کاپٹر صوبہ خوست کے صحرا باغ علاقہ میں ان کے فوجی اڈہ میں گر کر تباہ ہوا، واضح رہے کہ جون کے پہلے دن خوست میں دشمن کے ایک بڑے مرکز پر مجاہدین کے ایک کامیاب حملے میں دشمن کے متعدد فوجی ہلاک، وہاں موجود ایک ہیلی کاپٹر اور کئی جنگی آلات جل کر تباہ ہوئے۔

24 جون کو بھی ان کا ایک اور ہیلی کاپٹر افغانستان کے جنوب میں

گر کر تباہ ہوا جس کو انہوں نے ایک ہنگامی لینڈنگ قرار دیا اور کہا کہ اس واقعہ میں جہاز عملہ محفوظ رہا۔

الفاروق آپریشن کی چند اہم اور واضح کامیابیاں:

جون کی پہلی تاریخ کو امارت اسلامیہ کے نڈر مجاہدین نے صوبہ خوست میں قابض قوتوں کے فوجی مرکز پر تابڑ توڑ حملہ کیا جس کے نتیجہ میں درجنوں غیر ملکی فوجی اوران کے مزدور افغانی فوجی ہلاک ہوئے اور درجنوں شدید زخمی ہوئے، اس کے علاوہ ایک ہیلی کاپٹر فوجی آلات اور گاڑیوں سمیت جل کر تباہ ہوا، دشمن نے اس پر حسب سابق چپ کا روزہ رکھا مگر 17 جون کو واشنگٹن پوسٹ اخبار نے امریکی وزارت دفاع کی طرف سے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا کہ یکم جون کے واقعہ کے نقصانات کو خفیہ رکھا گیا جس میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔

جون کے مہینے میں صوبہ قندہار نے بھی مجاہدین کی تین اہم اور بڑی کاروائیوں کی مہر ثبت کردی جو صوبائی دارالحکومت اور اضلاع میں انجام پائیں، پہلے دو حملے 6 جون کو صوبائی دارالحکومت قندہار اور سپین بولدک میں ہوئے اور تیسرا حملہ 19 جون کو ضلع شاولیکوٹ میں ہوا جن میں متعدد غیر ملکی فوجیوں اور ملکی مزدور اہلکاروں نے اپنی جانیں گنوائیں اور متعدد زخمی ہوئے۔

اسی طرح جون کے مہینے میں صوبہ کاپیسا میں بھی قابض قوتوں پر مجاہدین نے دو بڑے حملے کیے، 6 جون کو ضلع تگاب میں متعدد افغان فوجی ہلاک ہوئے اور 9 جون کے دوسرے حملے میں اسی صوبے کے ضلع نجراب میں فرانسیسی فوجیوں پر حملے کے نتیجے میں 10 فرانسیسی فوجی ہلاک ہوئے اور متعدد زخمی ہوئے۔

اس کے علاوہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے پہلے سے ایک منظم منصوبہ بندی کے نتیجے میں 7 جون کو صوبہ سرپل میں جیل توڑ کر متعدد مجاہدین رہا کرایا، جیل توڑنے کے اس واقعے میں چند پولیس اہلکاروں نے بھی مجاہدین کیساتھ تعاون میں اپنی جانیں گنوائیں۔

جون کی 21 تاریخ کو امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین نے صوبہ خوست میں غاصب قوتوں کے ایک کاروان پر فدائی حملہ کیا جس کے نتیجے میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 3 امریکی اور 22 افغان فوجی ہلاک ہوئے، واضح رہے کہ اس واقعہ میں ہلاک ہونے والے امریکی فوجیوں کی تعداد 10 سے بھی زیادہ ہے۔

نیز جون کی 22 تاریخ کو بھی امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کابل شہر کے جنوب قرغی علاقے میں ہوٹل پر مسلح گروپ اور فدائی مجاہدین نے شدید حملہ کیا اگلے دن تک ملکی اور غیر ملکی فوجیوں کیساتھ لڑائی جاری رہی جس کے نتیجے میں متعدد ملکی اور غیر ملکی فوجی ہلاک ہوئے مگر دشمن نے پھر بھی اپنے نقصانات پر خاموشی اختیار کی اور ہلاکتوں کی نسبت ملکی افراد کی طرف کیا، حالانکہ وہ شدید دباؤ کے شکار تھے اور اگلے چند دن تک اس کی مذمت کرتے رہے۔

راہ فرار:

نیٹو نے 5 جون کو اعلان کردیا کہ افغانستان سے نکلنے کے لئے حکمت عملی وضع کی ہے اور اس حوالے سے وسطی ایشیا کے تین ملکوں کیساتھ بات چیت کی ہے

9 جون کو فرانس نے افغانستان سے قبل از وقت فوجیوں کو نکالنے کا اس وقت اعلان کیا کہ جب صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں 10 فرانسیسی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

اسی طرح 12 جون کو شکست خوردہ دشمن نے صوبہ لغمان میں اپنے تین فوجی اڈے مقررہ وقت سے پہلے اور اعلان کے بغیر خالی کردیئے اور مذکورہ علاقے سے نکل گئے۔

ملکی ہلاکتیں:

ملکی افراد کی ہلاکتوں کا سلسلہ جو اسٹریٹیجک معاہدے کے نام پر افغانستان کو بیچنے کے مسودے پر دستخط کرنے کے بعد شدت اختیار کرچکا ہے۔ جون کے مہینے میں جاری رہا، 6 جون کو وحشی درندوں نے اعتراف کرتے ہوئے صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں ایک گاؤں پر رات کی تاریکی میں بموں کی بارش کردی جس کے نتیجے میں ہمارے 17 بے گناہ شہری جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے شہید ہوگئے۔

عوامی نفرت: 17 جون کو افغانستان کے جنوب میں مزدور پولیس اہلکاروں کی صف میں ایک افغان اہلکار نے غیر ملکی فوجیوں پر فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں ان کے اعتراف کے مطابق ایک غیر ملکی فوجی ہلاک ہوا، اسی دن صوبہ کنڑ میں نام نہاد افغان نیشنل آرمی کے ایک جوان نے اپنے کمانڈر پر فائر کھول کر موقع پر ہلاک کردیا۔

بقیہ صفحہ ۴۳ پر ملاحظہ فرمالیں۔

شہدائے ملت

سید سعید

محترم قارئین! افسوس کا مقام ہے کہ میڈیا کی آزادی کے اس دور میں بھی جمہوریت کے دلدادہ فوجیوں کی جانب سے افغان عوام پر بے انتہاء مظالم ڈھائے گئے مگر ذرائع ابلاغ ان مظالم کو نشر کرنے سے گریز کرتے چلے آرہے ہیں اور جو تھوڑی بہت خبر شائع بھی کر رہے ہیں وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

ہماری کوشش ہے کہ ذیل کی سطور میں ان اموات کا احاطہ کریں جو رواں سال ماہ جون میں اپنے پیارے ملک افغانستان کے کونے کونے میں فرنگی مظالم کی بھینٹ چڑھ گئی ہیں، ہم خصوصاً ان خبروں کا تذکرہ کریں گے جو کبھی کبھار ملکی اور بین الاقوامی میڈیا کی جانب سے شائع ہوتی رہی ہیں۔

2 جون کو امریکی فوج نے صوبہ لوگر ضلع محمد اغا کے دھنوگلاب قلعہ کے علاقے میں ایک گاؤں پر چھاپہ مارا جس کے نتیجے میں دو ملکی افراد شہید ہوئے اور دو کو گرفتار کر لیا گیا، اس واقعہ کے ردعمل میں عوامی اشتعال پیدا ہوا اور انجان کے علاقے میں ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی، اور اس عوامی احتجاج کو روکنے کے لئے جمہوریت کے دلدادہ فوجیوں نے فائرنگ کر دی، جس کی وجہ سے مظاہرہ مقررہ وقت سے پہلے اختتام کو پہنچا۔

7 جون کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ غیر ملکی قابضین نے صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے سجاوند کے علاقے کے دو گاؤں میں شادی کی تقریب پر فضائی حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دلہن سمیت 26 افراد جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے شہید ہو گئے، لوگر کے آئی جی پولیس کے ترجمان رئیس خان نے واقعے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ امریکی فوجیوں نے بگرام ائربیس میں موجود افغان حکام کو اطلاع دیئے بغیر یہ کاروائی کی، اس کے مطابق غیر ملکی فوجیوں کے اس وحشیانہ عمل کے خلاف شدید عوامی ردعمل سامنے آیا اور عوام نے کثیر تعداد میں ایک بہت بڑی احتجاجی ریلی نکالی، جو گورنر ہاوس کی طرف بڑھ رہی تھی مگر وہاں پر پہلے سے موجود پولیس اہلکاروں نے ان کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور ان پر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ لوگر کے صوبائی پارلیمانی لیڈر عبدالولی وکیل نے کہا کہ فضائی حملہ علاقے میں قومی معتبرین بشیر اخوندزادہ اور عبدالقیوم کے گھروں پر ہوا، انہوں نے مزید کہا کہ ''غیر ملکی فوجیوں کے جدید ٹیکنالوجی کو دیکھتے ہوئے اگر وہاں طالبان کمانڈر موجود بھی ہوتے تو بمباری مناسب نہیں تھی'' وکیل نے کہا کہ شہداء کے لواحقین اور عوام نے ان کی لاشوں کو گورنر ہاوس کے سامنے رکھ کر احتجاجی مظاہرہ کیا، جس پر پولیس نے فائرنگ کر دی، اس فائرنگ سے متعدد افراد زخمی ہوئے، جنہیں طبی امداد کے لئے امین اللہ خان ہسپتال منتقل کر دیا گیا، ایک رکن صوبائی اسمبلی محمد اکبر ستانکزئی نے بتایا کہ بمباری میں 21 ملکی افراد شہید ہوئے تھے۔

10 جون کو غیر ملکی قابض قوتوں نے صوبہ پکتیا ضلع چمکنی کے تمانی علاقے میں ایک عام شہری کے گھر پر چھاپہ مارا، گھر کی تلاشی لی، گھریلو سامان کو نقصان پہنچایا اور جاتے جاتے گھر کے 3 افراد کو شہید کر دیا۔

10 جون کو غیر ملکیوں نے صوبہ قندہار ضلع خاکریز باغکی کے چینی گاؤں میں ٹینک پر بارودی سرنگ دھماکہ کے بعد عام نہتے ملکی

افراد پر فائرنگ کردی، جس کے نتیجے میں چار بچے زخمی ہوگئے، مذکورہ واقعہ کے بعدحواس باختہ فوجیوں نے اسی گاؤں کے دو بوڑھے آدمیوں کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹ دیئے ،جنھیں طبی امداد کے لئے قندہار کے میر وائس ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔

16 جون کو صوبہ پروان ضلع شینواری میں دشنہ کے علاقے میں کرایہ کے قاتل افغان فوجیوں نے دو معزز شہریوں کو اپنے کھیت میں کام کرتے ہوئے شہید اور 3 بچوں کو زخمی کر دیا۔

17 جون کو اتحادی افواج نے صوبہ قندہار کے ضلع شاہ ولی کوٹ کے کروی گاؤں میں چھاپہ مارا جس میں دو افراد شہید ہوئے، جبکہ اسی گھر میں کھڑی دو موٹر سائیکلوں کو آگ لگادی گئی۔

18 جون کو قابض فوجیوں نے صوبہ اروزگان، ضلع چورے کے قلعہ باغ علاقے میں ایک گھر پر چھاپہ کے دوران ایک شہری کو شہید کر دیا اور پانچ شہری گرفتار کر کے لے گئے۔

21 جون کو صلیبی فوجیوں نے صوبہ قندہار ضلع پنجوائی کے سپانزو گاؤں میں ایک آدمی کو شہید کر دیا۔

21 جون کو افغان فوج نے نورستان کے ضلع کامدیش میں ایک شہری کو شہید کر دیا۔

22 جون کو صوبہ فاریاب ضلع المارو تربت گاؤں میں کرایہ کے قاتل افغان فورسز نے ایک معروف عالم دین مولوی فیض محمد صاحب کو شہید کر دیا۔

24 جون کو صوبہ زابل کے ضلع نوبہار میں افغان فورسز نے دو ملکی افراد (خانہ بدوشوں) نیاز محمد ولد فیض محمد اور حسن کو جو ایک دن پہلے گرفتار کئے گئے تھے شہید کر دیا۔

24 جون کو صوبہ سمنگان ضلع تاشقرغان کے چولز دگاؤں میں امریکی مزدور افغان فوج نے ایک شہری کو شہید جبکہ دوسرے کو گرفتار کر لیا۔

25 جون کو غیر ملکی وحشی فوجیوں نے صوبہ ہلمند ضلع باغران کے فایسنگ بازار میں چھاپے کے دوران دس بے گناہ شہریوں کو شہید کر دیا اور گھروں اور دکانوں سے نقد رقم اور دیگر قیمتی اشیاء لوٹ کر لے گئے۔

28 جون کو صوبہ نیمروز ضلع خاشرود کے خاش علاقے میں ایک گھر پر چھاپہ مارا گیا، ایک شہری کو شہید کر دیا گیا اور چار افراد گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے جائے گئے۔

[اقتباس از:
بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک ایجنسی، پژواک نیوز ایجنسی، تانداور بینواویب سائٹس اور دیگر]

❖ ❖ ❖

بقیہ از افغانستان جون کے مہینے میں

مجاہدین کی فعالیت پر دشمن کا اعتراف:

26 جون کو وال سٹریٹ ژورنال کے نام سے ایک امریکی اخبار نے افغانستان میں موجود امریکی فوجیوں سے منسوب ایک رپورٹ شائع کی جس میں مجاہدین کی مضبوطی اور حملوں کی شدت کا ذکر لکھا گیا تھا۔

اس رپورٹ میں لکھا گیا تھا کہ گزشتہ مئی میں مجاہدین نے افغانستان کے کونے کونے میں 3000 دھماکے، راکٹ حملے، بم دھماکے، ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے کاروائیاں اور فدائی حملے کئے ،یہ تعداد پچھلے سال کے اسی مہینے (مئی) کے مقابلے میں 21 گنا زیادہ ہے۔ مذکورہ اعتراف اس وقت اہمیت اختیار کر گیا جب افغانستان میں موجود غیر ملکی حکام خیال اور جنون کے عالم میں کبھی کبھی مجاہدین کی شکست کی باتیں کرتے ہیں تو یہ مذکورہ دعوے ان کے اعلیٰ حکام کے اسی خیالات کے ایک ساتھ شائع ہوتے ہیں جس میں مجاہدین کی فعالیت اور غیر ملکیوں کی یقینی شکست کی کہانیاں سناتی ہیں۔

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی عمل	صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	افغان فوجیوں کی ہلاکتیں	افغان فوجیوں کے زخمی	اربکی ملیشیا اور جاسوسوں کی ہلاکتیں	مجاہدین کے شہید	مجاہدین کے زخمی	عام لوگوں کی جانی
				دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
-1	قندہار	218	1	172	78	320	178	93	24	3	
-2	ہلمند	229		206	168	432	186	138	32	29	
-3	غزنی	76		131	27	115	30	33	11	2	
-4	خوست	42	1	42	36	36	22	6	3		
-5	نورستان	20		12	7	42	10	6	2		
-6	میدان وردگ	150		84	23	387	187	135	5	3	
-7	کونڑ	94		32	21	35	18	15		5	
-8	پکتیکا	73		123	37	145	62	32	5		
-9	زابل	122		19	5	166	17	75			
-10	لوگر	103	1	82	68	91	93	40	5		1
-11	کاپیسا	18		1	4	20	14	5			
-12	روزگان	87		33	15	158	82	31	14	17	
-13	پکتیا	97		41	33	183	119	55	7	3	
-14	فراہ	42		29	11	108	67	54			
-15	کابل	30	1	13		37	13	8	4		
-16	ننگرہار	59		17	12	88	118	18			
-17	لغمان	72		19	29	55	76	16	1		
-18	ہرات	39		10	3	38	23	24	2	1	
-19	نیمروز	50		4	3	111	32	23		1	
-20	بادغیس	32		3		38	25	5	4	2	
-21	قندوز	22		8	4	26	14	11			
-22	بغلان	23				47	31	13	1	1	
-23	فاریاب	15		3		23	15	17	1	3	
-24	غور	15				48	16	9	2		
25	پروان	29		27		91	15	16	3		
-26	تخار	3				1	2	1			
-27	سمنگان	12				85	58	23	5		
-28	بدخشان	3				6	2				
-29	بامیان	4				15	4	3			
-30	بلخ	11				11	10	5			
-31	جوزجان	6		3		5					
-32	دائی کنڈی	3					2	4			
-33	سرپل	7				7	5	1	5	4	
-34	پنج شیر										
	مجموعہ	1806	4	1114	584	2970	1546	915	136	74	1

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے

1: ہیلی کاپٹر غور میں
2: ہیلی کاپٹر پکتیا میں
3: ہیلی کاپٹر خوست میں
4: دو ڈرون طیارے قندوز میں
5: ہیلی کاپٹر پکتیکا میں
6: کارگو طیارہ تخار میں

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

اللہ تعالی کی خاص مدد اور مجاہدین کی مخلصانہ کوششوں کی برکت سے اب قابض دشمن کی شکست اور ریخت کے لحات قریب آچکے ہیں، اور میدان کارزار میں شکست خوردہ دشمن کے پاس میڈیا میں بھڑکے مارنے کے سوا کچھ نہیں، وہ میڈیا میں اپنی پیش قدمی کی باتیں کرتے ہیں، لیکن حقیقت وہ ہے جس کا ہم اور آپ مشاہدہ کررہے ہیں، دشمن ہر دن ملک کے ہر علاقے میں پسپائی اور محاصرے کی حالت میں ہے اور آئے دن جانی نقصانات اٹھا رہا ہے، اسی دباؤ کا اثر ہے کہ دشمن آئے روز مذکرات اور امن کی پرفریب باتیں کررہا ہے تاکہ وہ اس طریقے سے اپنے اوپر سے فوجی دباؤ کو کم کرسکے، چونکہ دشمن نے طاقت کے بل بوتے پر ہمارے گھر پر چڑھائی کرتے ہوئے ہم پر جنگ مسلط کی ہے، اس لئے ہماری نجات کا واحد راستہ جہاد فی سبیل اللہ میں ہے، ہماری مجاہد قوم کبھی بھی جہاد کی راہ میں تھکاوٹ کو محسوس نہیں کریگی، کیونکہ جہاد الہی فریضہ اور عظیم عبادت ہے جو تھکاوٹ کو قبول نہیں کرتا، اور یہ انتہائی فخر کی بات ہے کہ مجاہدین اور عوام بھائیوں کی طرح، دین، عفت، ملک کی آزادی اور دفاع کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کررہے ہیں اور دشمن کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ خفیہ سازشوں کے ذریعے ان کے مابین دراڑیں ڈال دیں۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

1st Year August 2012

www.shahamat-urdu.com